ماہنامہ بقیع کراچی
JUNE 2013
مسلسل اشاعت نمبر 230
Regd. # SC-1177

اِرْشَادُ الصَّوَابِ لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْأَصْحَاب

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

مصنفہ

نعمان ثانی مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی نقشبندی

(متوفی ۱۲۲۴ھ)

ترجمہ و تحقیق و تخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

جمعیت اِشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

اِرْشَادُ الصَّوَاب
لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْأَصْحَاب

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں
پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

مصنفہ

نعمان ثانی مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی نقشبندی

(متوفی ۱۲۲۴ھ)

ترجمہ و تحقیق و تخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799

نام کتاب	:	اِرشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْاَصْحَاب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ
تصنیف	:	نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی نقشبندی
ترجمہ وتحقیق وتخریج	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
سن اشاعت	:	رجب المرجب 1434ھ۔جون 2013ء
سلسلۂ اشاعت نمبر	:	230
تعداد اشاعت	:	3300
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو "مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ" کا علم عطا فرمایا یعنی، جو ماضی میں ہو گیا اور جو مستقبل میں ہو گا اس سے آگاہ فرمایا ہے تو نبی کریم ﷺ نے جو کچھ ہونا تھا اُس میں سے بہت کچھ بیان بھی فرما دیا۔ ان میں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین نزاع کا واقع ہونا بھی ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ آئندہ کچھ لوگ حضرت کے صحابہ کرام کو بُرا کہیں گے تو آپ نے جہاں اپنے اہل بیت کی عظمت و شان کو بیان کیا وہیں صحابہ کرام کے احترام کا بھی درس دیا، چنانچہ فرمایا:

لَا تسبوا أصحابی فلو ان أحدکم انفق مثل أحدٍ ذهباً ما بلغ مد احدهم و لا نصیفه (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب صحابۃ)

یعنی، میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد کی مثل سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور نہ اس کے نصف کے برابر ہو سکتا ہے۔

کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرکار علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کثیرہ موجود ہیں جو ان کی انفرادی شان کو اجاگر کر رہے ہیں جیسا کہ ''بخاری شریف'' میں ہے کہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی فوج سمیت نبی کریم ﷺ نے مسلمان گروہ قرار دیا ہے۔ ''ترمذی شریف'' میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے''۔ اور ''مسلم شریف'' میں ہے کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں''۔ (المعجم الکبیر)

اور کچھ لوگ حالات و واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے تأثر یہ ملتا

ہے کہ ان حضرات میں آپس میں سخت عداوت تھی حالانکہ یہ سَراسر جھوٹ ہے جس کی مثال مندرجہ ذیل ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یہاں کچھ لوگ ہیں جو حضرت معاویہ کو جہنمی کہتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو، انہیں کیا خبر کون جہنمی ہے۔ (الاستیعاب)

حضرت معاویہ کی ذات تو وہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے بنی اُمیہ کی حکومت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت کی خبر دی اور فرمایا ''معاویہ آخر عمر میں تم امت کے حاکم بنو گے اور جب تم حاکم بنو تو نیکوں کی صحبت اختیار کرنا اور بُروں سے دُور رہنا''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مجھے اسی دن سے امید تھی کہ میں حکومت کروں گا''۔ (مدارج النبوت، جلد اول)

لہٰذا ایک ایسا وقت آیا کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے امرِ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، تو آپ اسلامی ریاست کے متفقہ حاکم قرار پائے اور اسلامی ریاست کی توسیع و ترقی اور دنیا میں اسلام کے غلبہ اور استحکام کے لئے بہترین خدمات انجام دیں۔ موجودہ حالات کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کو بیان کرنا اور اُن کے دفاع میں قلم اُٹھانا اور احقاق و تحقیق کی راہ اور افراط و تفریط کے کانٹوں سے اپنے دامن کو الجھائے بغیر ساحل مراد پر پہنچنا آسان کام نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسی شان کے مالک ہیں جنہیں دربار رسالت ﷺ سے ہادی مہدی اور ذریعہ ہدایت کی دعاؤں کے تحائف ملتے رہے، زبانِ نبوت سے ان کے فضائل بیان ہوتے رہے۔

جہاں محدّثین عظام اور علماء کرام نے کُتب احادیث و تراجم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل، خصائل و مناقب کے اظہار کے لئے مستقل ابواب باندھے ہیں وہیں آپ کی شان کے بیان اور آپ پر بدمذاہب لوگوں کی طرف سے کئے گئے

اعتراضات کے مُسکت جوابات پر مشتمل مستقل کتب و رسائل تحریر کئے ہیں جیسے شیخ الاسلام ابن حجر مکی کی ''تطہیر الجنان'' اور علامہ عبد العزیز پرہاروی کی ''الناهية عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ''، علامہ ابو معاذ بن محمود بن امام کی ''اسکات الکلاب العاویۃ بفضائل خال المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ''، استاذ العلماء حضرت علامہ محمد علی نقشبندی کی ''دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ'' وغیرہا اور انہی میں سے ایک نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی (ت۱۲۲۴ھ) کی عربی زبان میں تالیف ''اِرْشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْاَصْحَاب'' ہے جو مخطوط حالت میں سندھ بھر کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے اور اِس میں مخدوم علیہ الرحمہ نے کسی طعن کرنے والے کے طعن کا جواب دے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع فرمایا ہے۔ اس گراں قدر نایاب رسالہ کا ہمارے استاذ شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ نے اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس میں وارد نصوص کی تخریج فرمائی اور کئی مقامات پر بہت ہی مفید حواشی تحریر کئے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ پہلی بار منظر عام پر آ رہا ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۰ ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔ اور یہ ادارہ اس سے قبل بھی مختلف نایاب رسائل کے تراجم بمعہ تخریج و تحقیق شائع کر چکا ہے، خصوصاً مخدوم عبد الواحد علیہ الرحمہ کے تین رسائل ''اصدق التصدیق، اَربعین، تیسیر القدیر'' اس سے قبل ادارہ کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں، اس طرح مخدوم علیہ الرحمہ کا یہ چوتھا رسالہ ہو گا جسے ادارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخدوم علیہ الرحمہ کی مرقد پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور مفتی صاحب اور اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کی سعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے مفید بنائے۔

فقط

سید رحمت علی شاہ

المدرس بجامعۃ النور

تقریظ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم القام علامہ المفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کا مترجمہ ومحققہ کتاب بنام "اِرشادُ الصَّواب لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْأَصْحَاب" مصنفہ حضرت استاذ العلماء علامہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی نقشبندی المتوفی ۱۲۲۴ھ اول وآخر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

جوحضرت علامہ مخدوم علیہ الرحمۃ کی ایک اہم قدیمی قلمی غیر مطبوعہ کتاب ہے اور اس میں جملہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، فضائل ومناقب، بالخصوص اُن کے درمیانِ ملکی معاملات میں مشاجرات کے حوالے سے علمی بحث کی گئی ہے اور حضرت علامہ مخدوم علیہ الرحمۃ نے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ادلہ فقہاء کرام علیہم الرحمۃ کے اقوال کی روشنی میں بحث کرنے سے جن مرویات کے ذریعہ منع کیا گیا ہے مدلل تحریر کیا ہے اور مسلکِ اعتدال پرعمل کرنے کا اسلوب بتایا ہے۔

بالخصوص خلافات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عام گفتگو میں بیان کرنے سے سخت منع فرمایا گیا ہے، اور حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے منطقی وعلمی دلائل سے واضح کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق جب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حقِ خلافت جواُن کا قانونی حق تھا اس حق سے دست بردار ہوگئے اور اُن کی خلافت کوتسلیم کرلیا تو یہ اختلاف یہیں ختم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مفاداتی گروہ، بالخصوص خوارج نے ان اختلافات کو دوبارہ اٹھایا جواب تک کسی نہ کسی صورت میں اب تک جاری ہے اور دوسری جانب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حدیث کے نصف جملے پر اکتفا کر کے امتِ اسلامیہ کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ اس عمل میں علماءِ اہلسنت ہوں یا اہلِ تشیع دونوں ہی شریک ہیں حضرت

علامہ مخدوم سیوستانی علیہ الرحمۃ نے کتاب مذکور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی حدیث لکھ کر مبرھن ومدلل فرمادیا ہے کہ مذکورہ نصف حدیث کے ذریعہ بھی امت کو تقسیم کردیا گیا جو غلط ہے جبکہ اسی حدیث میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عمر بن خطاب سیدنا عثمان بن عفان رضوان اللہ علیہم بھی شامل ہیں اور وہ مکمل حدیث مندرجہ ذیل ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَأَبُوْبَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيْطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔

یعنی، میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد، عمر اس کی دیواریں، عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں حضرت مخدوم سیوستانی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ''مکتوبات'' سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ میرے اصحاب میں جو اختلاف ہواُن میں سے کسی ایک کے بارے میں کچھ نہ کہو۔ سب کو اچھے الفاظ سے یاد کرو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کیونکہ فلاح ونجات کا راستہ یہی ہے کہ کیونکہ صحابہ کرامؓ سے دوستی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ دوستی کا ذریعہ ہے اُن سے بغض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض رکھنے کے مانند ہے۔

''غنیۃ الطالبین'' میں بھی حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ، ''تکمیل الایمان'' میں لکھتے ہیں کہ جملہ صحابہؓ کرام کا تذکرہ خیر کیساتھ آنا چاہئے ہمارے سلفِ صالحین اور علماء مجتہدین کا یہی طریقہ رہا ہے۔

راقم الحروف مکمل ترجمہ وتحقیق پڑھنے کے بعد محترم القام علامہ المفتی عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کو مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے حضرت مخدوم سیوستانی علیہ الرحمۃ کے قدیم قلمی کتاب کا نہایت ہی سلیس ترجمہ وتحقیق کر کے اصل کتاب دیکھنے سے مستغنی فرمادیا ہے اور حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کے افکار وخیالات سے متعارف فرما کر ہم جیسے نادانوں کو دانا بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور مترجم دونوں کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کتبہ

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری

پروفیسر وسابق چیئرمین شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نحمدهٗ و نصلّي و نسلّم علٰى رسوله الكريم

اِرشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْأَصْحَاب

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور حق کو ایسا برتر فرمایا کہ اُس پر کوئی بھی شئے برتر نہیں ہوسکتی، درود وسلام اُس کے برگزیدہ نبی پر اور آپ کے اصحاب پر جو تاریکیوں میں ہدایت کے چراغ ہیں۔

میں نے علم فقہ کی طرف منسوب ایسے شخص کے وہ اقوال دیکھے جو بعض صحابہ کے حق میں شک پیدا کرنے والے تھے اور مذہبِ اہلسنّت والجماعت کے خلاف تھے جو اُس نے اہلسنّت کے ایسے علماء کی کُتُب سے لئے تھے کہ جن کے نزدیک صحیح اور ضعیف میں کوئی فرق نہیں ہے تاکہ وہ لوگوں کو حق سے بہکا سکے، مجھ سے میرے کچھ بھائیوں نے سوال کیا کہ اُن میں سے جو (باتیں) دلوں میں شک پیدا کرتی ہیں اُن کا میں ردّ کروں اور اس باطل کا اچھے بیان کے ساتھ خاتمہ کیا جائے جو حق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے مجھے جو معلوم ہوسکا وہ میں نے اُن اقوال کے جواب کے طور پر جمع کیا ہے، جو صحیح باتوں کے خلاف ہونے کا وہم پیدا کررہے ہیں، ربُّ الارباب پر توکل کرتے ہوئے شروع کیا ہے، اور اِس کا نام ''اِرْشَادُ الصَّوَابِ لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْأَصْحَابِ'' (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ) رکھا ہے۔

اُس کا قول: ظالم بادشاہ کی طرف سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے یعنی ظالم جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ الخ (شرح مجمع البحرین) (۱)

۱۔ اگر "شرح مجمع البحرین" سے مراد ابن ملک محمد بن یحیٰی کی شرح ہے تو اس میں "مجمع البحرین" کی عبارت کے تحت ہے کہ یعنی، امیر ظالم کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قضاء کا عہدہ قبول کیا حالانکہ امام حق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے (حاشیۃ مجمع البحرین، کتاب أدب القاضي، تحت قوله: يجوز التقلد من الجائر، ص۷۳۹) اور امام ابوصالح محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں مگر سلطان جائر سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا، کیونکہ صحابہ کرام علیہم

أقول (میں کہتا ہوں کہ): اللہ عزّ وجلّ کے دستِ قدرت میں توفیق اور تحقیق کی باگ ہے۔ "بحر الرائق" میں ہے "پوری ہوگئی جب ثابت ہوگیا کہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے آپ کو (امرِ خلافت) سپرد کرنے سے قبل قضاء کے والی تھے" (۲) اور "معراج" (۳) میں ہے کہ "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع منعقد ہوا ہے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت اُن کے حوالے کردی الخ"۔ اس قول کی بنیاد پر جب کہا گیا کہ "وہ ظالم ہے" تو یہ مجاز پر محمول ہوگا اس اعتبار سے کہ وہ پہلے تھا حقیقت کے اعتبار سے نہیں کہ وہم پیدا ہو کہ اب بھی اُسی طرح ہے، اور ظلم سے مراد گزشتہ خُروج میں ظلم ہے مخلوق پر ظلم کرنا مراد نہیں ہے جیسے "فتح القدیر" میں ہے کہ "خُروج میں (ظلم) مراد ہے، آپ کا اپنے فیصلوں اور قضاء میں ظلم مراد نہیں ہے" انتہی، (٤) اور آپ کے خُروج کا منشاء جب اجتہاد تھا (٥) جیسا کہ اہلِ سداد علماء نے اسے نقل کیا ہے اس لئے کوئی راستہ نہیں بچا تھا کہ جس سے قیل وقال کو ٹالا جا سکے۔ اس لئے کہ مجتہد اگرچہ خطا کرے تب بھی ثواب کا اُمیدوار ہوگا تو عتاب اُس کی طرف سے کیسے متوجہ ہوگا؟ ہماری

الرضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اعمال کا عہدہ قبول کیا بعد اس کے کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ظاہر ہوچکی اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا اُن کی باری میں (مسعفة الحکام علی الأحکام، الفصل السابع، ص۲۰۹)

۲۔ البحر الرائق، کتاب القضاء، فصل: یجوز تقلید من شاء من المجتهدین، تحت قوله: و یجوز تقلید القضاء إلخ، ٦/٦٠ ملخصاً، اسی طرح "فتح القدیر" (کتاب القضاء، تحت قوله: یجوز التقلد إلخ، ٦/٣٦٤) میں ہے۔

۳۔ "المعراج" سے مراد "معراج الدرایة شرح الهدایة" ہے۔

٤۔ فتح القدیر، کتاب القضاء، تحت قوله: و یجوز التقلد إلخ، ٦/٣٦٤

٥۔ اور ہر مجتہد حق کو پاتا ہے اور خطاء بھی کرتا ہے چنانچہ "الطریقة المحمدیة" میں ہے: و كلُّ مجتهد مصیبٌ ابتداءً بالنّظر إلی الدّلیل، و قد یخطئ فی الانتهاء بالنظر إلی الحکم، لأن الحق واحدٌ معینٌ (الطریقة المحمدیة، الباب الثانی، الفصل الأول، ص٤٢) یعنی، ہر مجتہد ابتداء دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے حق کو پانے والا ہے اور کبھی وہ انتہاءِ حکم کی طرف نظر کرتے ہوئے خطاء کرتا ہے، کیونکہ حق ایک ہے معیّن ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں پس مجتہد خطا کرتا ہے اور حق کو پاتا ہے (الحدیقة النّدیة، الباب الثّانی، الفصل الأول، ١/٢٩٩)

بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، جو امام ربانی حضرت مجدِّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "مکتوبات" (٦) میں ذکر کی ہے کہ "بعض فقہاء کی عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لفظ "جور" آیا ہے انہوں نے کہا کہ جائر امام تھے، اس سے مراد ہے کہ حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُن کی خلافت کا عدمِ تحقق ہے وہ جَور مراد نہیں ہے کہ جس کا نتیجہ فسق و فجور ہوتا ہے تاکہ یہ قول اہلِ سنّت کے اقوال کے موافق ہو"۔

اُس کا کہنا یعنی "ظالم" أقول (میں کہتا ہوں کہ): "شمس العلوم" میں مذکور ہے کہ "جَور" کا معنی ہے سیدھے راستے سے ہٹ جانا، "بیضاوی" میں ہے کہ اسی سے جائر: مائل عن القصد ہے انتہیٰ (۷)۔ "بحر الرائق" کے کتاب القضاء میں ہے، ظلم سے مراد ہے کہ سیدھے راستے سے تجاوز کرنا، انتہیٰ۔ (۸) اور مجتہد کا ظلم کے ساتھ وصف اس اعتبار سے نہیں کہ وہ گنہگار ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ (سیدھے راستے سے) ہٹ جانا موجود ہے اگرچہ یہ متحقق ہے کہ عمد (قصد) مفقود ہے اس کی وضاحت اُس سے ہوتی ہے جو "بحر الرائق" کے کتاب القضاء میں مختلف مسائل میں مذکور ہے۔ صاحبِ کنز کا قول کہ "یہ وہ میراث ہے جو قرضداروں میں تقسیم کی گئی وہ اُن کا ضامن نہ ہوگا اور نہ کسی وارث کا"۔ (۹) یہ ایک ایسی شئے ہے کہ جس کے لئے بعض قُضاۃ نے احتیاط سے کام لیا ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ ظلم ہے، ابن ابی لیلیٰ نے اسے مراد لیا ہے اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب (درست) بھی ہوتا ہے، (۱۰) وارد ہے کہ مجتہد جب خطا کرتا ہے تو بغیر کسی اختلاف کے

٦۔ مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب ۲۵۱، ص۵۸

۷۔ تفسیر البیضاوی، سورة النحل، الآیة: ۹، ۳/۲۲۱، و فیه: منها جائر: أی حائد عن القصد، و فی "حاشیة الشهاب": حائد بالحاء و الدّال المهملتین اسم فاعل من حاد بمعنی عدل و فی نسخة: مائل (حاشیة الشهاب، سورة النحل، الآیة: ۹، ٥/٥٥٥)

۸۔ البحر الرائق، کتاب القضاء، مسائل شتی، ۷/٧٦

۹۔ کنز الدقائق، کتاب القضاء، باب التحکیم، مسائل شتی، ص۸٤

۱۰۔ شیخ زین العابدین بن یوسف کورانی لکھتے ہیں قلنا: إن المجتهد یخطئ و یصیب (الیمانیات المسلولة، المقدمة، ص۱۲۰) یعنی، مجتہد خطا کرتا ہے اور صواب (بھی)

اُس کے لئے اجر ہے، (۱۱) اس کی غایت یہ ہے کہ اُس نے کفیل بنانا خطاء ہے ظلم نہیں ہے، لہٰذا استدلال درست نہیں ہوگا۔ اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ امام نے فرمایا کہ وہ "ظلم" اور "میل" ہے، پس "میل" کے ساتھ وصف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ظلم سے مراد شئے کو اس کی جگہ کے غیر میں رکھنا ہے، اطلاق اگرچہ مجازی ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خطاء کرنے والا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک اس کا وصف اس طور کہ اس کا فعل ظلم ہے جو اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ فی الواقع ظالم ہے، اس معنی میں کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا ہے، اگرچہ یہ بات درست ہے کہ کہا جائے وہ ظالم ہے یعنی اپنی جگہ کے غیر میں کفیل لینے سے (۱۲)، مقصود عبارت کی تاویل کرنا ہے اس حیثیت سے کہ یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کہ قاضی اُسے کفیل بنانے سے ظالم ہوا کیونکہ اس میں اجر کا ثبوت

۱۱۔ ڈاکٹر محمد یسلم نجیبی نے لکھا ہے کہ یہ جمہور کی رائے ہے (کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور راست بھی ہوتا ہے) اور اس پر خطا کرنے والے کا لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ مسائل فقہیہ میں حق ایک ہے جس نے اُسے پالیا وہ مصیب ہے اور اُس کے لئے دو اجر ہیں اور جس نے اپنی وسعت کے مطابق سعی کے بعد حق کے ساتھ موافقت نہ ہونے کے سبب خطا کی وہ اپنے اجتہاد پر ماجور ہے اور خطاء پر معذور قرار پائے گا کیونکہ صحیح حدیث میں ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا کہ "إذا حَکَمَ الحاکِمُ فاجتهد ثُمّ أصاب، فلهُ أجران. و إذا حکمَ فاجتهَدَ، ثُمّ أخطأ فلهُ أجرٌ" (صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب بیان أجر الحاکم إلخ، برقم: ٤٥٠٧/١٥۔(١٧١٦)، ص٨٤٥) یعنی، "جب حاکم نے حکم کیا پس اس نے اجتہاد کیا پھر حق کو پایا تو اُس کے لئے دو اجر ہیں، اور جب حکم نے حکم کیا پس اُس نے اجتہاد کیا پھر خطا کی تو اُس کے لئے ایک اجر ہے" اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ﴾ (الاحزاب: ٥)، ترجمہ: اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا، ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو (تحقیق الیمانیات المسلولة، ص۱۲۰) اور حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا "أُحْکُمْ علی أنّكَ إنْ أصبْتَ فلكَ عشرُ حسنات، و إن أخطأتَ فلكَ حسنةٌ" (الحدیقة النّدیة، الباب الثّانی، الفصل الأول، و کلُّ مجتهد مصیب، ١/٢٩٨)، یعنی، فیصلہ کر اس پر کہ اگر تو نے حق حق کو پالیا تو تیرے لئے دس نیکیاں ہیں اور اگر تو نے خطا کی تو تیرے لئے ایک نیکی ہے۔ اور ابن حجر ہیتمی نے "تطهیر الجنان و اللسان" (الفصل الثالث، ص٤١٨) میں حدیث شریف نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "إنَّ المُجتهدَ إذا اجتهد و أخطأ فلهُ أجرٌ"۔

۱۲۔ یعنی جہاں کفیل نہیں لینا تھا اُس نے کفیل لیا۔

گناہ کے منافی ہے انتہیٰ۔ (۱۳) اس بنیاد پر کہ وہ ظلم ہے کہ کبھی فعل ترکِ اَولیٰ کی وجہ سے مکروہ ہوتا ہے، "بیضاوی" میں ہے کہ ظالم نام رکھا گیا کہ اُس نے اپنے آپ پر اَولیٰ کو چھوڑ کر ظلم کیا، انتہیٰ (١٤) مخفی نہیں ہے کہ یہ مجتہد پر اطلاق کے لئے مناسب ہے۔

اور یہ بات کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں کُتُبِ حنفیہ کے مخالف ہے الخ، یہ اُن کے مجتہد ہونے کے بارے میں اقوالِ حنفیہ کی تصریح سے آنکھیں بند کرنا اور اس ظلم وجَور کے اطلاق کو اپنی طرف سے کہی ہوئی بات کا نتیجہ بتانا ہے جب کہ تُو جانتا ہے کہ اُن کے جَور کا منشا خطاءِ اجتہادی ہے اس لئے وہ اجتہاد پر دلیل ہے نہ اس پر کہ انہوں نے فساد کا قصد کیا، وہ بیان جو اُن کے مجتہد ہونے کے بارے میں صریح ہے وہ حضرت مُجدِّد الف ثانی علیہ الرحمہ کے "مکتوبات" کی دوسری جلد کے چھتیسویں مکتوب میں ہے، اکابر اہلسنّت کے نزدیک اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو قبول فرمائے، نبی کریم کے اصحاب علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات ایک دوسرے کے ساتھ نزاع اور جھگڑے میں تین گروہ تھے، ایک گروہ دلیل اور اجتہاد کی بنیاد پر حق حضرت امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی طرف سمجھتا تھا، دوسرا گروہ دلیل اور اجتہاد کی بنیاد پر حق دوسری طرف دیکھ رہا تھا، تیسرا گروہ غیر جانبدار تھا مگر اہلسنّت نے اپنے پاس ظاہر ہونے والی دلیل کی بنیاد اس پر ہے کہ حق امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی جانب ہے اور اُن کے مخالف خطا کے راستے پر ہیں اور یہ خطا اجتہادی ہے ملامت وطعن سے دُور ہے تشنیع وتحقیر سے پاک اور مبرّا ہے، حضرت امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا "میرے بھائی باغی ہوگئے ہیں مگر یہ نہ کافر ہیں اور نہ فاسق کیونکہ اُن کے پاس دلیل اور تاویل ہے جو کفر وفسق سے منع کرتی ہے"۔ انتہیٰ (۱٥)

اس میں یہ بھی ہے کہ اہلسنّت اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے، نبی کریم

۱۳۔ البحر الرائق، کتاب القضاء، باب التحکیم، مسائل شتی، ۷/٧٦، ٧٧، ملخصاً

١٤۔ تفسیر البیضاوی، سورة البقرة، الآیة: ۳۹، ١/٧٤

۱٥۔ مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب: ۳٦، ۲/۲/٦/٧٩

ﷺ کے صحابہ کے جھگڑوں اور اختلافات کو اچھی مراد و معنی پر محمول کرتے ہیں خواہش اور تعصب سے دُور رکھتے ہیں (۱۶) کیونکہ اُن کے نفوس خیر البشر ﷺ کی صحبت کی وجہ سے پاک ہو چکے تھے اور اُن کے سینے دشمنی اور کینے سے پاک ہو چکے تھے، اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ ہر ایک کے پاس اپنی اپنی رائے اور اجتہاد تھا اور ہر مجتہد کو اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا واجب بالضرورت تھا جس کی وجہ سے بعض اُمور میں وہ آراء میں مخالفت اور اختلاف کا سبب بن گیا، ہر ایک کے لئے اپنی رائے کی پیروی صحیح ہوئی۔ انتہیٰ (۱۷)

مکتوب ۶۷ میں ہے کہ جھگڑے اور تنازعے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین ہوئے جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین، ان کو اچھے الفاظ پر محمول کرنا چاہئے (۱۸)، ہر گروہ

۱۶۔ یہ حقیقت ہے کہ اہلسنت ان جھگڑوں کو اچھے معنی پر محمول کرتے ہیں چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین واقع ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے امامت میں کوئی جھگڑا نہ تھا (المسایرۃ، الرکن الرّابع فی السمعیات، الأصل الثامن، ص ۲۶۰) اس کے تحت امام کمال الدین محمد بن محمد ابن شریف متوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین جو واقع ہوا وہ جنگیں تھیں جن کا سبب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے قاتلان عثمان غنی رضی اللہ عنہ سپرد کرنے کا مطالبہ تھا (المسامرۃ، الرکن الرّابع، الأصل الثامن، ص ۲۶۰)

۱۷۔ مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب: ۳۶، ۲/۲/۶/۸۳،۸۴

۱۸۔ کوشش یہ کرنی چاہئے کہ ان جھگڑوں کا تذکرہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے محققین کے نزدیک ان کا تذکرہ ممنوع ہے چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں: کثیر محققین کہتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشاجرات کا تذکرہ حرام ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس سے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جائے اور اس کی تائید حدیث مرفوع سے ہوتی ہے، جس میں فرمایا گیا" لا یُبلّغنی أحدٌ من أصحابی عن أحد شیئا فإنّی أحبّ أن أخرج إلیکم و أنا سلیم الصّدر" یعنی، ''کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جانب صاف دل نکلوں''۔ پھر علماء کرام نے ان مشاجرات کا تذکرہ کیا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ پرہاروی لکھتے ہیں: ''اہل سنّت کو ان واقعات کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا اس لئے کہ بدعتیوں نے ان میں بہت سی مَن گھڑت اور جھوٹی باتیں شامل کر دیں، یہاں تک کہ بعض متکلمین فرمانے لگے کہ مشاجرات صحابہ کی سب روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں، اگر چہ یہ قول بہت اچھا ہے، مگر بعض واقعات تواتر سے بھی

نے اپنے اجتہاد کے تقاضا کے مطابق عمل کیا ہے علماء کرام فرماتے ہیں ان لڑائیوں میں حق جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا اور مخالفین کا اجتہادِ صحت سے دُور تھا مگر اس کے باوجود مورِدِ طعن نہیں ہیں اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے چہ جائیکہ کفر و فسق کو اُن کی طرف منسوب کیا جائے انتہیٰ۔ "مرقات" میں علَم الھُدیٰ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ ''میرا عقیدہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بارے میں اجتہاد کیا اور اس پر آپ درست ثابت ہوئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خطا کی''، انتہیٰ۔ (۱۹) "اکمال شرح مسلم" میں ہے کہ جب سب کا آپس میں نزاع اجتہاد کی بنیاد پر تھا، (۲۰) اس وجہ سے ہر ایک اپنے پیشوا کی تعریف کر رہا تھا، اُس کے مناقب اور شان بیان کر رہا تھا اُس کے لئے جنت کی

ثابت ہیں، لہٰذا سب اہل سنّت و جماعت نے اس پر اجماع کیا کہ اُن میں سے ثابت شدہ واقعات کی مناسب تاویل کی جائے تاکہ عوام المسلمین وسوسوں اور شبہات سے بچیں اور وہ واقعات جو نا قابل تاویل ہیں انہیں ردّ کر دیا جائے، کیونکہ صحابہ علیہم الرضوان کی فضیلت، حُسنِ سیرت اور اتباعِ نصوصِ قاطعہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے، پس یہ روایات اُحاد خصوصاً متعصب و کذاب رافضیوں کی (مَن گھڑت) اس کے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہیں" (النّاھیۃ عن طعن امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ، فصل فی النّھی عن ذکر التشاجر، ص ۵)، لہٰذا مشاجرات صحابہ میں غور و خوض نہیں کرنا چاہئے چنانچہ امام اہل سنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: اہلِ سنّت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور اُن میں کسی پر طعن حرام اور اُن کے مشاجرات میں خوض ممنوع الخ (الفتاوی الرّضویۃ، ۲۲۷/۲۹)

۱۹۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب العشرۃ رضی اللہ عنہم، برقم: ۶۱۲۰۔ (۱۳)، ۲۷۵/۱۱)

۲۰۔ علامہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین جو جنگیں ہوئیں وہ اُن کا اجتہاد تھا اور وہ اُن میں ہر حال میں ثواب پانے والے ہیں پس جس نے خطا کی وہ ایک ثواب اور جو حق کو پہنچا وہ دوگنا ثواب پائے گا۔ (الحدیقۃ النّدیۃ، الباب الثانی، الفصل الأول و افضلھم ابو بکر رضی اللہ عنہ، ۲۹۴/۱) صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپس میں نزاع اجتہاد پر کی بنیاد پر تھا یہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اعتراض کا جواب ہے جیسا کہ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی ۸۷۹ھ نے "حاشیۃ المسایرہ" ص ۲۶۰، میں لکھا ہے۔

گواہی دے رہا تھا اگر چہ یہ معاملہ اجتہاد کے خلاف تھا، ہر ایک دوسرے سے بری تھا، پس اُن کا آپس میں نزاع دنیا کے لے نہ تھا، نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی بنیاد پر تھا۔ عقائد میں ہے کہ اُن کے اجتہاد میں اختلاف تھا اس لئے سب جنتی ہیں۔ پس اس کی تاویل بھی وہی ہے جو اجتہاد کے بارے میں کی جاتی ہے، اسی میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ شام کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ کسی تاویل کی بنیاد پر نہ تھی، بعض نے کہا کہ تاویل کی بنیاد پر تھی، پہلا قول ضعیف ہے، جسے وہ شخص جانتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل پہچانتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ''یَقْتُلُهُ فِئَةٌ بَاغِیَةٌ إلخ'' (۲۱) یعنی، ''اُسے باغی جماعت قتل کرے گی'' اور حدیث شریف میں اِس قول کی واضح دلیل ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت کے ساتھ تھا، اور دوسروں کا عُذر صرف اجتہاد کے ساتھ ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شروع میں فرماتے تھے اُن کے ساتھ جنگ انہوں نے کی جنہوں نے انہیں نکالا پھر آپ نے رجوع کیا اور (اس کی تاویل کرتے ہوئے) فرمایا: ہم باغی گروہ ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کی مطالبہ کرتے ہیں۔ انتہیٰ

اُس کا قول کہ خارجی وہ ہے کہ الخ، خارجی سے اُس کی مراد اگر وہ خارجی ہیں جو خوارج کی طرف منسوب ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ (خوارج) حضرت علی کے خلاف نکلے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس گروہ میں سے (ہرگز) نہ تھے اُن کے معاملے کی غایت اجتہاد کی بنیاد پر بغاوت ہے (۲۲) اور "درمختار" میں ہے کہ پھر امام

۲۱۔ صحیح البخاری، کتاب الصّلاۃ، باب التّعاون فی بناء المسجد، برقم: ۴۴۷، ۱۱۵/۹

۲۲۔ جیسا کہ ''مرقات'' کے حوالے سے پہلے گزرا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بارے میں اجتہاد کیا اور آپ اس میں درست ثابت ہوئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خطا کی (مرقات، برقم: ۶۱۲۰۔ (۱۳)، ۲۷۵/۱۱) اور اس کی شہادت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا ''ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی'' (معالم التنزیل، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۱، ۱۹۲/۴)

کی طاعت سے نکلنے والے تین قسم کے لوگ ہیں (۱) ڈاکو، (۲) باغی، (۳) خارجی، انتہیٰ۔ (۲۳) اس سے اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ جو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلا وہ خارجی ہے اگر چہ وہ باغی ہو تو عبارت میں قصور (غلطی) ہے کیونکہ یہ مشہور عقیدے کے خلاف ہے، اس کی ''بحر الرائق'' سے بھی تائید ہوتی ہے کہ پس جو "بدائع الصّنائع" (۲۴) میں باغیوں کی تفسیر خارجیوں کے ساتھ ہے اُس میں غلطی ہے، انتہیٰ (۲۵) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس جماعت (یعنی خوارج) سے کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے بارے اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں تصریح فرمائی کہ ''وہ اُن کے بھائی ہیں جنہوں نے اُن پر بغاوت کی'' اور آپ نے اُن سے شرک و نفاق کی نفی فرمائی جیسا کہ ''معالم التّنزیل'' میں ہے سورۂ حجرات کی تفسیر میں ہے کہ حارث اعور سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حالانکہ آپ جنگِ جمل اور صفین کے باغیوں کے ساتھ جنگ میں پیشوا تھے کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا، پھر پوچھا گیا کہ پھر اُن کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ انتہیٰ (۲۶)

"فتح القدیر" میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظلم یہ ہے کہ آپ نے امامِ حق کے خلاف خُروج کیا، "فتح القدیر" میں (اس) عبارت کے پائے جانے کے بعد تُو نے جان لیا کہ ظلم جو مجتہد مخطی کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے اُوپر اس کا ذِکر ہوا پس اُسے یاد کر۔ (۲۷)

ان کا قول کہ ﴿قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ﴾ کَمُعَاوِیَةَ (نیشا پوری)

۲۳۔ الدّر المختار، کتاب الجھاد، باب البُغاۃ، تحتَ قولہ: ھم الخارجون إلخ، ص ۳۵۱ ملخصاً

۲۴۔ بدائع الصنائع، کتاب السیر، فصل بعد فصل: حکم ولد المرتد، ۵۴۴/۹

۲۵۔ البحر الرائق، کتاب السّیر، باب البغاۃ، تحت قولہ: ۲۳۵/۵

۲۶۔ معالم التنزیل، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۱، ۱۹۲/۴

۲۷۔ کیونکہ اُن کے ظلم کا منشاء خطاءِ اجتہادی ہے اور خطاءِ اجتہادی ملامت وطعن سے دُور اور تشنیع و تحقیر سے پاک ہوتی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''مکتوبات امام ربانی''، (جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب ۳۶)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): آیت کریمہ جیسا کہ "مدارك" (۲۸) اور "بیضاوی" (۲۹) میں ہے ''اَوس'' جو حضرت عبداللہ بن اُبَی رضی اللہ عنہ کی قوم تھی اور ''خزرج'' جو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قوم تھی کے بارے میں نازل ہوئی، یا جیسے حضرت قتادہ نے فرمایا: دو انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی، یا جیسے سدی نے کہا کہ ایک انصاری خاتون کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنہیں اُمّ یزید کہا جاتا تھا، اُن کے اور اُن کے شوہر کے مابین کچھ (معاملہ) تھا، علامہ بغوی نے دونوں قصے "معالم التّنزیل" (۳۰) میں ذِکر کئے ہیں، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال دینا، "نیشاپوری" میں اِس کے ثبوت کو تسلیم کر لینے سے بھی یہ اِس سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتی کہ بغاوت کا ایسے ایمان کے ساتھ ثبوت ہوگا جو اَوصاف میں اشرفُ الصِّفات ہے اور ایسی بغاوت کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے مگر جب بغاوت اجتہاد کی بنیاد پر ہوگی تو مذمّت لازم نہیں آئے گی، اور "تفسیر البعیلی" میں ﴿قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ﴾، مضارع کے صیغے کے ساتھ ہے جو اِس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اُس کے ساتھ اُس وقت جنگ کی جائے جب تک وہ بغاوت پر قائم رہے۔ انتہٰی

اُس کا کہنا کہ جاننا چاہئے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے گروہ کے لوگ تھے جو کہ اِس حدیث شریف (۳۱) کی نص سے ظالم، سرکش اور باغی تھے۔ (المبارق)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): حدیث شریف تو صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والی جماعت کے باغی ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ تجھے بغاوت اور اُس کے زمانے کی خبر ہے اور اس میں ملامت، طعن کے لئے تو دلیل نہیں ہے اور بغاوت اُس زمانے

۲۸۔ مدارك التّنزیل، سورة الحجرات، ۱۶۹/۲

۲۹۔ تفسیر البیضاوی، سورة الحجرات، الآیة: ۹، ۱۳۵/۵

۳۰۔ معالم التّنزیل، سورة الحجرات، الآیة: ۹، ۱۹۲/٤

۳۱۔ اور وہ حدیث شریف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے باغی جماعت قتل کرے گی (صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب التعاون فی بناء المسجد، برقم: ٤٤٧، ۱۱۵/۱)

میں جب اجتہاد کی بنیاد پر تھی اگرچہ وہ اجتہاد غلط تھا تو وہ بغاوت مذمّت اور ہجو کا تقاضا نہیں کرتی اور یہ (مذمّت اور ہجو) فضیلتِ صحبت اور ثبوتِ اجر سے قطع نظر ہے اور وہ تو ہر مجتہد کے لئے ثابت ہے جو اہلِ قبلہ میں سے ہو چاہے خطاء کرے، (۳۲) مگر فضیلتِ صحبت تو اُس کے برابر کوئی شئے نہیں ہو سکتی، "اکمال شرح صحیح مسلم" للصالح الابی میں ہے صحبت ایک لمحہ کے لئے کیوں نہ ہو کوئی عمل اُس کے برابر نہیں ہو سکتا اور اس کے مرتبے کو حاصل نہیں کیا جا سکتا، فضائل اتنے بلند ہیں کہ انہیں قیاس سے حاصل نہیں کیا جا سکتا

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (۳۳)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور "انموذج اللبیب" میں ہے کہ اُس کے لئے صحبت ثابت ہوگی جو ایک لمحے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا پھر ایسا ایک لمحہ جب ایک اعرابی کو ملا تو اس کے نتیجے میں وہ اعرابی حکمت کی باتیں کرنے لگا۔ انتہٰی۔ اس لئے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اُن میں سے کسی کو گالی دے، ''اکمال'' میں ہے کہ لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ (۳٤) یعنی ''میرے صحابہ کو گالی مت دو'' اور صحیح وہی ہے کہ جس پر اکثر ہیں کہ یہ حکم عام ہے جو سب کو شامل ہے، آثار بظاہر اس پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا اُن میں کسی کو گالی دینا یا تنقیص کرنا کبیرہ گناہ ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کرنے والے پر لعنت

۳۲۔ علامہ ابن حجر ہیتمی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس کی غایت کہ جس پر حدیث شریف (یقتله فئة باغیة) دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت علی پر بغاوت کرنے والے تھے اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے وہ اس کے باوجود ماجور ہیں گنہگار نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تصریح فرمائی ہے کہ ''مجتہد جب اجتہاد کرے اور خطاء کرے تو اُس کے لئے ایک اجر ہے''۔ (تطهیر الجنان و اللّسان، الفصل الثّالث، ص ٤١٨)

۳۳۔ الحدید: ۲۱/۵۷

۳٤۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل الصّحابة، باب قول النبی ﷺ: لو کنتُ متخذاً إلخ، برقم: ۳٤٧۔ أیضاً صحیح مسلم، کتاب فضائل الصّحابة، باب تحریم سبّ الصّحابة رضی الله عنهم، برقم: ٦٥٧٩/ ۲۲۱۔ (۲٥٤۰)، ص ۱۲۲۷

فرمائی ہے اور اُن کو ایذاء پہنچانے کو اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کے برابر قرار دیا ہے۔ انتہٰی

اور اُن کا کہنا کہ خطیب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر گالیاں دیتے تھے، الخ (تاریخ الطبری)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): محققین نے ذِکر کیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، شیخ فضل بن روزبہان خلجی شیرازی کی ''ابطال النهج الباطل'' میں ہے کہ نعوذ باللہ منہا حضرت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا ثقات کے نزدیک ثابت نہیں ہے، علماء کرام نے اس بات کے انکار میں سختی سے کام لیا ہے یہاں تک کہ مغاربہ نے اِس بات کے انکار میں کُتُب اور رسائل تصنیف فرمائے ہیں اور اُن میں کمال درجے کے مبالغے سے کام لیا ہے، ''اِکمال صالح الابی'' میں ہے کہ گالیاں دینا اور بُری بات کرنے کا کام بنو امیہ کے جُہلا اور نیچ لوگوں کا ہے، البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِس سے دُور تھے کیونکہ آپ صحبت، دین، فضل اور اچھے اخلاق والے تھے، اِس بارے میں اُن کے لئے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صریح جھوٹ ہے حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عظمت شان کے معترف تھے۔ انتہٰی

اور منقول اُن کا ایک دوسرے کے لئے مہربان ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ (۳۵) ''اکمال'' میں ہے کہ ابن عبدالبر نے ضرار صدائی تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کر تو اُس نے کہا اگر اُن کی تعریف کرنا ضروری ہے تو اللہ عزّ وجلّ کی قسم! وہ بہت دُور تک جانے والے، سخت طاقتور، فیصلہ کُن بات کرنے والے اور عدل و انصاف سے حکم کرنے والے تھے، علم اُن کے اردگرد موجیں مارتا تھا اور حکمت اُن کی زبان کے کناروں پر بولتی تھی، اِلخ، اُس کے بعد (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) روئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر رحمت فرمائے بخدا وہ ایسے ہی تھے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی

۳۵۔ الفتح: ۲۹/٤۸، ترجمہ: آپس میں نرم دل

رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اور اُن کے حق و مرتبے کی عظمت سے واقف تھے۔ انتہٰی (۳٦)

اس مقام کے مناسب وہ ہے جو شیخ محقق تاج الدین نے ''بحر السّعادت'' میں ذِکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس مدّت میں امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) بیمار ہوئے، چنانچہ آپ صاحبِ فراش ہو گئے، ایک روز سخت گرمی میں ایک سواری دیکھی جس پر ایک بزرگ سوار تھے، سفید مصری لباس پہنے گردن کے نیچے (سے عمامہ) باندھے ہوئے تھے لشکر میں آئے، کسی سے بھی بات نہیں کی یہاں تک کہ سیدھے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے بارگاہ میں آئے، خیمے میں داخل ہوئے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے اور سلام کیا اور ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا، فاتحہ پڑھی، دعا و ثناء کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور عذر خواہی کی اور چلے گئے، حضرت امیر رضی اللہ عنہ

۳٦۔ شیخ الاسلام احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے اسے یوں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے، حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اس نے کہا خدا کی قسم! وہ بہت دُور تک جانے والے شدیدُ القوٰی، فیصلہ کُن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی، وہ دنیا اور اس کی چکاچوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے، بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے، ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا، وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے، جب ہم اُن سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے، جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم! ہم اس قدر قریب رہنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہیں کر سکتے تھے، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے، طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بیقرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا اور وہ کہتے اے دنیا! میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے، کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاق دے دی ہیں جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا، تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلت زاد، درازیٔ سفر اور راستے کی وحشت۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ باتیں سُن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے، خُدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (الصّواعق المحرقة، الباب التّاسع، الفصل الرّابع فی نبذ من کراماته و قضایاه إلخ، ص ۱۸٦)

کے سب قریبی بیٹھے ہوئے تھے، کچھ وقت کے بعد پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! وہ مرد کون تھا؟ آپ نے فرمایا: تم نے اُسے نہیں پہچانا؟ عرض کی کہ نہیں، فرمایا وہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) تھے جو میری عیادت کے لئے آئے تھے اور واپس اپنے لشکر سے جا ملے، تو وہ کہنے لگے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ انہیں پکڑ لیتے، اور یہ فتنہ ٹل جاتا، حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مؤمن کبھی بھی دین کے لئے دھوکہ نہیں کرتا، ایک مسلمان تم سب سے نہ ڈرا، تنہا ہم میں چلا آیا، اللہ تعالیٰ نے اُسے تمہاری نگاہوں میں چھپایا کہ اُسے پہچان نہ سکے، میرا کرم یہ ہے کہ اُس کے ساتھ غدر کیا باقی ہم میں جھگڑا ہے جو صلح پر انجام کو پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ﴾ (۳۷) انتہیٰ

یہ کہنا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر اہلِ عراق سے وعظ فرما رہے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زہر آلودہ خنجر کے ساتھ آئے، اپنے خادم کو دیا اُس نے اُن کی ران پر مارا۔ الخ

اُس کا یہ کہنا کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خنجر اپنے خادم کو دیا'' ثابت نہیں ہے، منقول صرف یہ ہے کہ خنجر کسی عراقی نے مارا، اسے ''بزار'' وغیرہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تب وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ پر خنجر سے وار کیا اور آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں، ہم اہلبیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا﴾ (۳۸) پھر آپ مسلسل یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اہلِ مسجد میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا مگر وہ رو رہا تھا۔ اسی طرح "الصّواعق" میں ہے۔ (۳۹)

۳۷۔ الحجرات: ۴۹/ ۱۰، ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

۳۸۔ الأحزاب: ۳۳/۳۳، ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

۳۹۔ "الصّواعق" میں ہے کہ بزار نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو

اور یہ کہنا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زہر دلوایا، الخ

أقول (میں کہتا ہوں کہ): یہ روایت غیر مشہور ہے دارشکوہ کی کتاب ''سفینة الأولیاء'' میں ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے زہر دیا۔ انتہیٰ، اس پر اُسے یزید نے برانگیختہ کیا تھا، ''الصّواعق'' میں ہے کہ آپ کی وفات کا سبب آپ کی بیوی الاشعث بن قیس الکندی کی بیٹی جعدہ تھی جسے یزید نے زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر بھجوایا، یزید نے آپ کی شادی اُس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ درہم خرچ کیے اور اُس نے آپ کو زہر دے دیا، جس کے بعد چالیس روز تک آپ بیمار رہے، جب فوت ہوئے تو اُس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق کہا، اس پر اُس نے جواب دیا کہ ہم نے تو حسن کے لئے تجھے پسند نہیں کیا، تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ انتہیٰ (۴۰)، اس بنیاد پر "حدیقه" میں ہے ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جعدہ جو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی الخ''، یہ بلا تأمل قول ہے اور شیخ (محقق) عبد الحق محدّث دہلوی نے انصاف کیا جب کہ آپ نے فرمایا وہ جو حقوق اہلِ بیتِ نبوی کی حفاظت اور اُن کے ادب کی رعایت میں کمی کے سلسلہ میں مشاجرت و محاربات منقول ہیں، ان خبروں کی صحت تسلیم کرنے کے باوجود ان سے اغماض کریں (یعنی نظر انداز کریں) اور تغافل برتیں، کہی کو ان کہی، سُنی کو ان سُنی کر دیں، اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اُن کی صحبت یقینی ہے اور دیگر نقل کردہ باتیں ظنی ہیں اور ظن یقین کے ساتھ معارض نہیں ہوتا اور یقین کو کسی ظن سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ (۴۱)

ایک آدمی نے نماز کی حالت پر آپ پر حملہ کر دے اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے خطبہ میں فرمایا اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا﴾ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔ (الصّواعق المحرقه، الباب العاشر، الفصل الثّالث فی بعض مآثره، ص ۱۹۶)

۴۰۔ الصّواعق المحرقه، الباب العاشر: فی خلافة الحسن إلخ، الفصل الثّالث: فی بعض مآثره، ص ۱۹۸

۴۱۔ امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا اس کے بارے میں یہی قول ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''اہل سنّت کے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام و سنّت کی سرحدیں حضرت معاویہ، عمرو بن عاص،

عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع، حدیث میں ارشاد: "اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا" جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔ ربّ عزّ وجلّ کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اس نے صحابہ سید عالم ﷺ کی دو قسمیں فرمائیں: (۱) مومنین قبل الفتح، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ (۲) اور مومنین بعد الفتح، جنہوں نے بعد کو (اللہ کی راہ میں خرچ اور جہاد کیا)۔ فریق اوّل کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ ﴿لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ ۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ﴾ ''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا''۔ اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی﴾ ''دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا''۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: ﴿وَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے''۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے، باایں ہمہ سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزّ وجلّ جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے (اس کے بارے میں فرماتا ہے:) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ O لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَھَا ۚ وَ ھُمْ فِیْ مَا اشْتَھَتْ اَنْفُسُھُمْ خٰلِدُوْنَ O لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ؕ ھٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O﴾ ''بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک (دھیمی سے آواز) تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیش وائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا''۔

سچا اسلامی دل اپنے ربّ عزّ وجلّ کا یہ ارشاد سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بہ فرضِ غلط (صحابہ نے) کچھ بھی کیا، تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، ﴿ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ﴾ (کیا تم علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو)، دلوں کی جاننے والے سچا حاکم یہ فیصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور (سیدنا معاویہ سمیت) ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے، ﴿وَ لَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (اگرچہ مجرم برا مانیں)''۔
(الفتاوی الرضویة، مسئلہ: ۷۹، ۲۹/۲۲۷، ۲۲۸)

مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اصحاب نبوی رضی اللہ عنہم سے وابستہ ہیں، لہٰذا ہر وہ شخص جو مشائخ اہلسنّت و جماعت کے اتباع کی راہ اختیار کرے، زبان کو سبّ و شتم اور اُن پر لعن طعن سے بند رکھے، انتہیٰ (۴۲)

''مرقات شرح مشکوٰة'' میں ہے کہ سلف نے پہلی جماعت کے خلاف بولنے سے کنارہ کیا ہے، فرمایا ہے کہ اُن کے خون سے ہمارے ہاتھ پاک ہیں، اس لئے ہم اُن سے اپنی زبانوں کو ملوّث نہ کریں۔ انتہیٰ، (۴۳) ''مواھب'' میں اسی طرح ہے اور ''الصّواعق'' میں ہے کہ یہ بھی واجب ہے کہ مؤرّخین کی خبروں اور صحابہ کرام کے مابین ہونے والے اختلافات و اضطراب خصوصاً شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے اُن کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا'' (۴۴) یعنی، ''جب میرے اصحاب کا ذِکر کیا جائے تو خاموش رہو''۔ (۴۵) پس جو شخص کوئی بات سنے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض کسی کتاب کے دیکھنے یا کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سننے کی وجہ سے اسے مضبوطی سے نہ پکڑ لے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے بلکہ اُس کی تحقیق کرے یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف

۴۲۔ تکمیل الإیمان، نکفّ عن ذِکر الصحابة إلّا بخیر، ص ۱۷۰

۴۳۔ مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب اهل بیت النبی ﷺ، الفصل الأول، برقم: ۶۱۴۴، ۱۱/۲۹۹

۴۴۔ یہ حدیث "حسن" ہے جسے امام طبرانی نے "الکبیر (۲/۹۶، برقم: ۱۴۲۷) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے امام حافظ سیوطی نے "الجامع الصغیر" (۱/۱۳۸، برقم: ۶۱۵) میں روایت کیا ہے۔

۴۵۔ امام سیدی احمد زروق اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں: فیجب الإمساك عما شجر بینهم و أن لا یُبدَی لعامیّ و لا یُکثرُ الخوض فیه (شرح عقائد امام غزالی، فی ترتیب الفصل بین الصحابة رضی الله عنهم، ص ۱۶۰) یعنی، پس صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین جو نزاع واقع ہوا اُس سے خاموش رہنا واجب ہے، اس طرح کہ عام آدمی کے لئے اسے ظاہر نہ کیا جائے اور اس معاملہ میں کثرت سے غور و خوض نہ کیا جائے۔

انتساب درست ہو جائے پھر بھی اُس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی تاویل کرے اوراس کا اچھا مفہوم مراد لے کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں۔(٤٦)

اس کا یہ کہنا کہ اُن میں سے جو قتل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

أقول (میں کہتا ہوں): ''هداية'' کی عبارت ہے کہ باغیوں اور ڈاکوؤں میں سے جو قتل ہو جائے تو باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، انتہیٰ۔(٤٧) "فتح القدير" میں صاحب (ہدایہ) کا قول'' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اِلخ ''غریب'' ہے واللہ اعلم، انتہیٰ۔(٤٨) پس اس بنا پر ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے'' پر ''غرابت'' کا حکم لگا ہوا ہے اور اگر اس کا مشہور ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ زجر پر محمول ہے جو سبّ و مذمّت کا تقاضا نہیں کرتا۔"تكميل الايمان" میں ہے کہ اخبار و آثار میں آیا ہے کہ جنگ صفین میں ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ! میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان تھے، افسوس کہ اُن کا آخر حال ایسا ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کیا کہتے ہو وہ اب بھی مسلمان ہیں۔(٤٩)

کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ یزید کی خلافت کے لئے بیعت کرو جسے بعض صحابہ نے ناپسند کیا۔(مدارك، الاحقاف) (٥٠)

٤٦۔ الصّواعق المحرقه، الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة فی الصّحابة رضوان الله علیهم إلخ، ص٣٠٦، ٣٠٧

٤٧۔ الهداية، كتاب الصلاة، باب الشهيد، ١/٤٣٤

٤٨۔ فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الشهيد، ٢/١٠٩

٤٩۔ تكميل الإيمان، نكفّ عن ذكر الصحابة إلا بخيرٍ، ص ١٧٠

٥٠۔ یہ عبارت "تفسير مدارك التنزيل" میں نہیں ہے جیسا کہ مؤلف علیہ الرحمہ نے آئندہ سطور میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

نقول (ہم کہتے ہیں کہ): یہ عبارت "مدارك" میں نہیں پائی جاتی اُس میں تو صرف یہ ہے کہ ﴿وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ﴾ ''وہ جس نے اپنے والدین سے کہا''۔ کہا گیا کہ (یہ آیت) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی، کہا گیا کہ آپ کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی اوراس کے باطل ہونے کی شہادت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط سے ملتی ہے جو انہوں نے مروان کی طرف لکھا کہ لوگوں سے یزید کی بیعت تو لو اِلخ، تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو، کیا تم اپنی اولاد کے لئے بیعت لیتے ہو؟ جس پر مروان نے کہا اِلخ، تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس بیعت سے انکار اس لئے تھا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ خلفاء راشدین کے طریقے کے مطابق نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت نہیں لی، جب یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے لوگوں سے یزید کی بیعت کے لئے کہا تھا تو یہ بھی کہا تھا کہ اے اللہ! میں نے جو فیصلہ کیا وہ اگر اُس فضیلت کے مطابق کیا جو میں نے دیکھی ہے تو اُسے میں نے جو مقرر کیا ہے اُس تک پہنچا اور اُس کی مدد فرما اور اگر اِس پر مجھے اُس محبت نے برانگیختہ کیا ہے جو ایک والد کو اپنے بچے سے ہوتی ہے اور میں نے اسے جس لئے مقرر کیا ہے وہ اُس کا اہل نہیں ہے تو اسے اس تک پہنچنے سے پہلے قبض کر لے۔ اسے ''الصّواعق'' (٥١) میں ذکر کیا ہے۔

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو''۔(مُسْنَدُ الفِرْدَوس)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): ''الصّواعق'' کے حوالے سے گزرا کہ جو بھی ایسی باتیں سنے اُس پر واجب ہے کہ وہ محض کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سُننے کی وجہ سے اُسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے

٥١۔ الصّواعق المحرقة، الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة فی الصحابة إلخ، ص٣١٨ و فيه: قال اللهم إذ كنت إنما عاهدت ليزيد لما رأيت من فعله، فبلغه ما أملته و أعنه، و إن كنت إنما حملنی حبّ الوالد لولده و إنه ليس لما صنعت به أهلاً فاقبضه قبل أن يبلغ ذلك

یہاں تک کہ اُس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ہو جائے، اِلخ (٥٢) اس حدیث کی روایت معلوم ہی نہیں اور اسے ثقات نے نقل نہیں کیا، دیلمی کی ''مُسْنَد الفِرْدَوس'' کی روایات ضعیف ہوتی ہیں جیسا کہ ''جمعُ الجَوامِع'' میں امام سیوطی نے چار علامات ذِکر کرنے کے بعد لکھا کہ جو ان چار کی طرف منسوب کرے، حکیم ترمذی کی جانب ''نَوادِرُ الأُصول'' میں، حاکم کی طرف سے اُن کی "تاریخ" میں، ابن نجار کی طرف سے اُن کی "تاریخ" میں، دیلمی کی جانب سے ''مُسْنَد الفِرْدَوس'' میں۔ انتہیٰ، بلکہ ان میں موضوع احادیث بھی دیکھی گئی ہیں جیسا کہ موضوع احادیث کے بیان میں تصنیف کی گئی کُتُب کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

ایسی ہی روایت ہے جسے دیلمی نے ''مُسْنَدُ الفِرْدَوس'' میں روایت کیا ہے کہ "أَهْلُ الجَنَّةِ يَحْتَاجُوْنَ إِلَی العُلَمَاءِ فِی الجَنَّةِ إلخ" یعنی، اہلِ جنت جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے، اِلخ، (٥٣) ''العجالة'' (٥٤) اور ''المیزان'' میں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ایسی ہی اُن کی روایت ہے "الشَّيْخُ فِی قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِی أُمَّتِهِ" یعنی، ''شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی اُمّت میں'' یہ ابن حبان اور دیلمی کی روایت ہے، اور ''مقاصد'' میں ہے کہ ہمارے شیخ وغیرہ نے جزم کیا کہ یہ روایت موضوع ہے (٥٥) اسی طرح

٥٢۔ الصّواعق المحرقه، الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة فی الصّحابة رضوان الله علیهم إلخ، ص٣٠٦، ٣٠٧

٥٣۔ موسوعة الأحاديث و الأثار الضعيفة و الموضوعة، برقم: ٣٠٦٨٧٥/٢٦٥

٥٤۔ العُجالة النّافعة، ص٢٩، اوراس میں ہے کہ اس طبقہ میں حدیثیں داخل ہیں جن کا قُرونِ اُولیٰ میں نام ونشان نہیں ملتا مگر متأخرین علماء نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے، ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو سلف صالحین نے اُن کی چھان بین کی ہے اوران کی کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ اُن کو روایت کرتے یا ان کی اصل تو پائی مگر ان میں علت وقباحت دیکھ کر روایت سے گریز کیا، بہر حال دونوں صورتوں میں ان حدیثوں سے اعتماد اٹھ گیا اور وہ اس قابل نہیں رہیں کہ کسی عقیدہ و اعمال کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔ پھر آپ نے چند کُتُب کے نام ذِکر کئے جن میں ''مسند الفردوس'' بھی ہے اور وہاں "فردوس الدّیلمی" لکھا ہے۔

٥٥۔ المقاصد الحسنة، حرف الشّين المعجمة، برقم: ٦٠٧، ص٢٩٩

''بحار'' میں ہے۔ امام سیوطی کی ''جَمْعُ الجَوامِع'' میں ہے کہ ابن جوزی اِسے موضوعات میں لائے ہیں۔ انتہیٰ

حاصل کلام یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کہ جن پر موضوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وہ ''مسند الفردوس'' میں کثیر ہیں اور اگر اس حدیث کو ثابت بھی مانا جائے تو اِس میں یہ احتمال ہے کہ روایت ایک نقطے والی ''با'' کے ساتھ ہو (٥٦) تو پھر اس کے معنی ہوں گے ''معاویہ کو منبر پر دیکھو تو اسے قبول کر لو'' اس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنّف'' (٥٧) میں، امام طبرانی نے ''الكبير'' (٥٨) میں عبد الملک بن عمیر سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِی الخِلَافَةِ مُنْذُ قَالَ لِی رَسُوْلُ الله ﷺ " يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ " یعنی، جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''اے معاویہ! جب تو بادشاہ بن جائے تو حُسنِ سلوک سے کام لینا'' اُس وقت سے میں خلافت کا آرزو مند ہوں۔ انتہیٰ (٥٩)، یہ اُن کے لئے خلافت کی بشارت ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو

٥٦۔ یعنی "فاقتلوا" کی جگہ "فاقبلوا" ہو۔

٥٧۔ المصنّف لابن أبی شيبة، كتاب الأمراء، ما ذكر من حديث الأمراء و الدّخول عليهم، برقم: ٣١٣٥٨، ١٦/١٣٦، ١٣٧

٥٨۔ المعجم الكبير للطبرانی، برقم: ٨٥٠، ١٩/٣٦١، ٣٦٢

٥٩۔ اس حدیث کے تحت "حاشیہ صواعق" میں ہے: ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کے متعلق رسول کریم ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ سیوطی کہتے ہیں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کے بارے میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے کاتب وحی تھے۔ اسے مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں بیان کیا ہے، اس کے بعد عرباض کی حدیث ہے کہ ''اے اللہ! اسے کتاب سکھا دے''۔ اس کے بعد ابن ابی عمیرہ کی حدیث ہے کہ ''اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا دے''۔ اسے ابن عراق نے "تنزيه الشريعة" میں بیان کیا ہے۔ سیوطی نے "تاريخ الخلفاء" میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت میں آنے والی احادیث بہت کم ثابت ہوتی ہیں اور یہ حدیث کہ ''جب تو بادشاہ بنے تو حُسنِ سلوک کرنا''، اسے بیہقی نے اسماعیل بن مہاجر کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور حافظ نے "فتح البارى" میں کہا ہے کہ ابن ابی عاصم نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اسی طرح ابو عمیر ثعلب کے غلام اور ابو بکر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے۔ باقی باتوں کو ہم "تطهير الجنان" کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے اور یہی مناسب ہے۔ (حاشية الصّواعق، الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة إلخ، ص ٣١٠)

قبول کرنے کے حکم کی مانند ہے۔ یہ بات تو امکان سے بہت دُور ہے کہ حضور ﷺ انہیں خوشخبری بھی دیں اور انہیں احسان کا حکم بھی فرمائیں، اُس کے بعد لوگوں کو انہیں قتل کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمائیں۔ ''الصّواعق'' میں ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ بادشاہ بنیں گے اور آپ نے انہیں حُسنِ سلوک کا حکم فرمایا تھا، تم حدیث شریف میں اُن کی خلافت کے صحیح ہونے کا اشارہ پاؤ گے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حقدار تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا انہیں احسان کا حکم فرمانا بادشاہ ہونے پر مرتّب ہوتا ہے جس سے اُن کی حکومت و خلافت کی حقّیت، صحتِ تصرف اور افعال کے نفاذ پر دلالت کرتی ہے (٦٠) کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا کہ اُسے اُن سے حُسنِ سلوک کا حکم دیا جا سکتا جن پر وہ غلبہ پائے بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور بُرے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ (٦١)

یہ حدیث (٦٢) صحیح حدیث کے مخالف ہے کہ ''إِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' (٦٣) یعنی ''میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ

٦٠۔ پھر حضور ﷺ کا فرمان کہ "یَا مُعَاوِیَةُ! إِنْ وُلِّیْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اعْدِلْ" ("مسند ابی یعلی"، حدیث معاویة بن أبی سفیان رضی الله عنهما، برقم: ٧٣٧٦/ ٢٧، ص ١٣٤١، ١٣٤٢، و المسند للإمام أحمد، ١٠١/٤)، یعنی ''اے معاویہ! جب تم امرِ خلافت کے والی ہو جاؤ تو اللہ عزّ وجلّ سے ڈرنا اور عدل سے کام لینا'' بھی بادشاہ ہونے پر مرتّب ہوتا ہے، جس سے اُن کی حکومت وخلافت کے حق ہونے اور صحتِ تصرف اور اعمال کے نفاذ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس حدیث شریف کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عمرو بن یحییٰ کے دادا یعنی سعید بن عمرو بن سعید بن العاص کے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع ان کا ظاہر نہیں ہے، اسی طرح "تعلیق مسند امام احمد" (١٣٠/٢٨) میں ہے۔

٦١۔ الصّواعق المحرقه، الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة فی الصّحابة إلخ، ص ٣١١

٦٢۔ یعنی، جس میں ہے کہ ''جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو''۔

٦٣۔ صحیح البخاری، کتاب الصّلح، باب قول النّبیّ ﷺ للحسن بن علی رضی الله عنهما إلخ، برقم: ٢٧٠٤، ١٨٨/٢، ١٨٩۔ أیضاً سنن أبی داؤد، کتاب السنّة، باب ما یدل علی ترك إلخ، برقم: ٤٦٦٢، ٣٤/٤، ٣٥۔ أیضاً سنن الترمذی، کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی الله عنهما، برقم: ٣٧٧٣، ٤٩٨/٣۔ أیضاً سنن النسائی، کتاب الجمعة باب مخاطبة الأیام إلخ، برقم: ١٤٠٦، ١٠٦/٣/٢

اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمائے گا''، انتہیٰ (٦٤)، ثابت اور

٦٤۔ اور صلح کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے، چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کر دے۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاعاً لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ تمہارے بعد خلافت میرے پاس ہوگی۔ آپ مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے سوائے اس کے جو وہ میرے باپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ میرا قرض ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کر لیا۔ آپ مسلسل اُن سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں، میں اس کی پابندی کروں گا، جیسا کہ کُتُبِ سیرت میں لکھا ہے۔

"صحیح بخاری" میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے، اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو مار دیں گے تو مسلمانوں کے اُمور، ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو نپٹانے میں میرا مددگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرۃ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں، ان دونوں نے آپ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بنو عبد المطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا، انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں پھر آپ نے جو بات دریافت کی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ کر بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہوگئی ہو تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے، یہ مصالحت اس بات پر ہوئی کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی وِلایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب

طے شدہ بات ہے کہ مراد امام حسن رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا

اللہ، سنتِ رسول اور سیرتِ خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے اور ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے اور اصحابِ علی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہلِ بیتِ رسول (ﷺ) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں و کفی باللہ شہیدا۔

جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی ہے تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء الٰہی اور رسول کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا: لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے، پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی، ضلالت سے بچایا، جہالت سے نجات دی، ذِلّت کے بعد عزت دی اور قلّت کے بعد تم کو کثرت بخشی، معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور وہ میرا حق ہے، اس کا حق نہیں اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے، میں نے اصلاحِ اُمت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقاء چاہی ہے اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرحِ صدر ہوا وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ''میرا یہ بیٹا سردار بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں عنقریب صلح کروائے گا''۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضامندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے، آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عار! آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے، ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام، آپ نے فرمایا میں مؤمنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند

گروہ ہے اور یہ صلح آپ کے دعویٰ خلافت کے زمانے میں ہوئی، لوگوں کو اگر اُن کے قتل کا حکم دیا گیا ہوتا تو اُن سے صلح کیسے ہوتی۔ اچھی طرح سوچ۔

اُس کا قول کہ بغاوت الخ

أقول (میں کہتا ہوں کہ): یہ بغاوت اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوئی تھی جسے کسی نے بھی غلط نہیں کہا ہے، وہ بھی اُس زمانے میں ہوئی پھر ختم ہوگئی جیسا کہ اس کا ذِکر متعدّد بار گزرا ہے۔

"الصّواعق" میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اگرچہ باغی تھی مگر وہ ایسی بغاوت تھی کہ جس میں کوئی بھی فسق نہیں ہے کیونکہ وہ تاویل کی بنیاد پر صادر ہوئی جس کے سبب اصحاب معذور تھے۔ انتہیٰ (٦٥)

یہ کہنا کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے فضائل میں کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (صراط مستقیم) (٦٦)

أقول (میں کہتا ہوں): "صراط مستقیم" میں مجد (٦٧) کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ کہتا ہے کہ ثابت شدہ نہیں ہے حالانکہ محققین نے اُس کے ثبوت کی تصریح کی ہے یہ اُن پر مخفی نہیں ہے جنہوں نے اس کی شرح ''سلوك طریق الإفاده فی شرح سفر السّعاده'' للشیخ عبدالحق (محدّث) دہلوی کا مطالعہ کیا ہے، اس لئے یہ قول بھی اُن کے اس طریقے پر صادر ہوا ہے جب کہ اُن کے حق میں احادیث ثابت ہیں، اُن میں سے ایک وہ ہے جسے امام ترمذی نے اپنی ''صحیح'' میں لائے ہیں جو ''صحاح ستہ'' میں شمار کی جاتی ہے اور اُسے ''حَسَن'' قرار دیا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ صحابی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے حضرت معاویہ سے فرمایا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا

نہیں کیا، پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ (الصّواعق المحرقه، الباب العاشر فی خلافة الحسن إلخ، الفصل الأول فی خلافته، ص ١٩١، ١٩٢، ١٩٣)

٦٥۔ الصّواعق المحرقة، الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة إلخ، ص ٣١١

٦٦۔ سفر السعادة، خاتمة الکتاب، ص ٢٨١

٦٧۔ مجد سے مراد علامہ فقیہ شیخ مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی شیرازی صاحب قاموس (ت ٨٢٦ھ) ہیں

مَهْدِیًا(۶۸) یعنی، ''اے اللہ! اسے ہدایت والا اور ہدایت کرنے والا بنا''(۶۹) اسے

۶۸۔ سُنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویة بن أبی سفیان، برقم: ۳۸۴۲، ۵۲۶/۴

۶۹۔ نبی کریم ﷺ کی اس دعا کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں: "فتامل هذا الدعاء من الصادق المصدوق و أن أدعيته لأمته لاسيما اصحابه مقبولة غير مردودة تعلم أن الله سبحانه استجاب لرسول الله ﷺ هذا الدّعاء لمعاوية فجعله هادياً للناس مهديا فی نفسه و من جمع الله له بين هاتين المرتبتين كيف يتخيل فيه ما تقوله عليه المبطلون و وصمه به المعاندون معاذ الله لا يدعوا رسول الله ﷺ هذا الدعاء الجامع لمعالی الدنيا و الآخرة المانع لكل نقص نسبته إليه الطائفة المعارقة الفاجرة، إلا لمن علم ﷺ أنه أهل لذلك حقيق بما هنالك فإن قلتَ هذان اللفظان أعنی "هادياً مهدياً" مترادفان أو متلازمان فلم جمع النبی ﷺ بينهما؟ قلت: ليس بينهما ترادف و لاتلازم، لأن الإنسان قد يكون مهتدياً فی نفسه و لا يهتدی غيره به، و هذا طريق من آثر من العارفين السّياحة و الخلوة، و قد يهدی غيره و لا يكون مهتديا و هی طريقة كثير من القصاص الذين اصلحوا ما بينهم و بين النّاس و افسدوا مابينهم و بين الله، و قد شاهدت من هؤلاء جماعة لم يبال الله بهم فی أیّ وادٍ هلكوا، و قد قال ﷺ: إن الله يؤيد هذا الّدين بالرجل الفاجر۔ فلاجل هذا طلب ﷺ لمعاوية حيازة هاتين المرتبتين الجليلتين حتى يكون مهديا فی نفسه هادياً للنّاس" یعنی، صادق و مصدوق ﷺ کی اِس دعا پر غور کرو اور (اس پر بھی غور کرو کہ) آپ ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی اُمت بالخصوص اپنے اصحاب کے لئے خدا کے حضور مانگیں مقبول ہوئیں، ان میں سے کوئی بھی رد نہیں کی گئی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعا جو حضور ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی، یہ بھی مقبول ہوئی اور اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور (غور کرو کہ) جس شخص میں اللہ ربّ العزت نے یہ دونوں صفتیں جمع فرما دی ہوں اور اس کی بابت معاذ اللہ وہ باتیں کیوں کر خیال کی جا سکتی ہیں جو باطل پرست معاند بکتے ہیں (ظاہر ہے) اللہ کے پیارے رسول ﷺ ایسی جامع دعا جو دنیا و آخرت کے مراتب کو شامل ہو اور ہر نقص سے پاک کرنے والی ہو اسی کے لئے ہی کریں گے جسے آپ نے اس کا اہل سمجھا ہوگا۔ اگر تم یہ کہو کہ "هادیا" (ہدایت دینے والا) اور "مهدیا" (ہدایت یافتہ) مترادف و متلازم ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں فرمائے؟ تو میں کہوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں ترادف ہے نہ تلازم، کیوں کہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی جیسا کہ ان عارفین کا حال ہے جنہوں نے سیاحت اور خلوت اختیار کر لی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اور یہ روش اکثر قصاص (قصے کہانیاں سنانے والے مقررین، خطبا) کی ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات تو درست رکھے مگر خدا کے ساتھ معاملہ بگاڑ دیا، میں (ابن حجر مکی) نے ایسے بہت

''مشکوٰۃ شریف''(۷۰) میں نقل کیا ہے۔ ''الصَّواعق'' میں ہے کہ امام احمد اپنی ''مسند''(۷۱) میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ فرماتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (۷۲) ''اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اسے عذاب سے بچا''۔ امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنَّف''(۷۳) میں اور امام طبرانی نے "الکبیر" (۷۴) میں عبد الملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ نے فرمایا میں اُس وقت سے خلافت کا آرزومند تھا

سے لوگ دیکھے ہیں، ایسے لوگ جس وادی میں چاہیں ہلاک ہو جائیں اللہ عزّ وجلّ کو ان کی کوئی پروا نہیں۔ اور رحمتِ عالم ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ ''اللہ تبارک و تعالیٰ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا دیتا ہے''۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ان دونوں مراتب جلیلہ کی طلب فرمائی تاکہ آپ خود ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ لوگوں کو بھی ہدایت دیں۔ (تطهير الجنان و اللسان عن الخطور و التفوه بثلب سيدنا معاوية بن ابی سفيان، مع الصواعق المحرقه، الفصل الثانی فی فضائله ومناقبه و خصوصياته و علومه و اجتهاده، ص۳۸۸)

۷۰۔ مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثّانی، برقم: ۴۵۴، و قال رواه الترمذی فی "سننه"، برقم: ۳۸۴۲۔ اس حدیث شریف کے تحت امام شرف الدین حسین بن عبد اللہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ بلاشبہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں) نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول ہو چکی، پس جس کا حال یہ ہو (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دی دُعا کی برکت سے اُسے ہدایت دینے والا اور ہدایت پر قائم رہنے والا بنا دیا ہو) تو اس کے متعلق کیسے شک کیا جا سکتا ہے (شرح الطيبی، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم: ۶۲۴۴، ۳۵۴/۱۱) اور اسی طرح علامہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ "مرقات" (باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم: ۶۲۴۴، ۳۸۰/۱۱) میں لکھا ہے۔

۷۱۔ المسند للإمام أحمد، ۱۲۷/۴

۷۲۔ فضائل الصحابة لأحمد، فضائل معاوية بن أبی سفيان رضی الله عنهما، برقم: ۱۷۴۸، ۹۱۳/۲

۷۳۔ المصنَّف لابن أبی شيبة، كتاب الأمراء، ما ذكر من حديث الأمراء و الدّخول عليهم، برقم: ۳۱۳۵۸، ۱۳۶/۱۶۔۱۳۷ (برقم: ۳۰۷۱۵، ۱۴۸/۱۱)

۷۴۔ المعجم الكبير، برقم: ۸۵۰، ۳۶۱/۱۹، ۳۶۲۔ اور امام ذہبی نے اپنی "تاریخ" (حرف الميم، معاوية بن أبی سفيان رضی الله عنهما، ۳۰۹/۴) میں اسے نقل کیا اور لکھا کہ اس حدیث کے رواۃ ثقات ہیں، لیکن عبد الرحمٰن کی صحبت میں اختلاف ہے اور اظہر یہی ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

جب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ" یعنی، ''اے معاویہ! جب تم بادشاہ بنو تو حسنِ سلوک سے کام لینا''۔ انتہیٰ

"لمعات" میں ہے کہ ''جب تم مالک بنو تو سماحت اختیار کرنا''۔ انتہیٰ (۷۵)

اس سے یہ بھی ہے کہ ''اُن کا کاتب وحی ہونا'' میں کہتا ہوں کہ "مرقات" میں مذکور ہے کہ وہ (یعنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) اُن میں سے ایک تھے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے لکھتے تھے، (۷۶) اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے آپ کے لئے وحی میں سے کچھ بھی نہیں لکھا۔ انتہیٰ، اس سے ظاہر ہوا کہ اُن کے کاتب نہ ہونے والا قول مرجوح ہے (۷۷)

۷۵۔ "يَا مُعَاوِيَةُ! إِذَا مَلَكْتَ فَاسْجَحْ" (أشعة اللمعات، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ۷۲۷/۴)

۷۶۔ "أشعة اللمعات" میں ہے کہ "جامع الأصول" میں فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے لئے لکھنا ثابت ہے اور کتابتِ وحی ثابت نہیں ہے (كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ۷۲۷/۴) "صحيح مسلم" میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: و معاويةُ تجعلُهُ كاتباً بين يديك قال: "نعم" (كتاب فضائل الصّحابة، باب فضائل أبی سفيان رضی الله عنه، برقم: ۶۴۹۳/ ۱۶۸ ـ (۲۵۰۱)، ص ۱۲۱۳) یعنی، معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ نے اس عرض کو قبول فرمایا۔ اسی طرح "صحيح ابن حبان" (برقم: ۷۲۰۹) میں بھی ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "إنّ معاوية كان يكتُبُ بين يدی النّبیّ ﷺ" (المعجم الكبير للطبرانی، ۵۵۴/۱۳) اور حافظ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو ''حسن'' بتایا ہے۔ (مجمع الزوائد، برقم: ۱۵۹۲۴)

۷۷۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتّاب صحابہ کرام کے ساتھ کتابت وحی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے اس کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: و كان يكتُبُ الوحی (دلائل النبوة للبيهقی، باب ما جاء فی دعائه ﷺ ...... من أكل بشماله إلخ، ۲۴۳/۶ أيضا المسند للإمام أحمد، ۲۳۵/۱ و ۲۴۰ و ۳۳۸) یعنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے۔ اور امام ذہبی نے اپنی "تاریخ" میں اسے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ قد صحّ عن ابن عباس (تاريخ الإسلام، حرف الميم، معاوية بن أبی سفيان، ۳۰۹/۴)، یعنی، صحت کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جیسا کہ اس پر تمریض کا صیغہ دلالت کرتا ہے۔ (۷۸)

اُن کا کہنا کہ (حدیث شریف) ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''، أقول (میں کہتا ہوں کہ): "الصّواعق" میں ہے کہ بزار اور طبرانی نے "الأوسط" میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی، حاکم اور عقیلی نے "الضُّعفاء" میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا" (۷۹) ''میں علم کا گھر ہوں علی اُس کا دروازہ ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ''جو علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازے کے پاس آئے'' انتہیٰ۔ ترمذی کی ایک دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا (۸۰) ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''۔ انتہیٰ، (۸۱) "لمعات" (۸۲) میں ہے کہ اسے امام ترمذی نے ''حَسَن'' قرار دیا ہے، حاکم نے کہا کہ اسناد کے لحاظ سے ''صحیح'' ہے اس کے باوجود جو حدیث پر جھوٹے (۸۳) ہونے کا فیصلہ کرے وہ خطا کرتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی سے

۷۸۔ مرقات، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم: ۶۲۴۴، ۳۸۰/۱۱

۷۹۔ المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم، فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه، أنا مدينة العلم إلخ، برقم: ۴۶۹۵ عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ أيضاً المعجم الكبير للطّبرانی، ۵۵/۱۱، برقم: ۱۱۰۶۱

۸۰۔ سُنَن الترمذی، كتاب المناقب، باب بعد باب مناقب علی رضی الله عنه، برقم: ۳۷۲۳، ۴۷۶/۴، و قال العسقلانی: و إسناده مضطربٌ (هداية الرواة، كتاب المناقب، باب مناقب علی رضی الله عنه، برقم: ۶۰۴۲، ۴۲۶/۵۔۴۲۷)

۸۱۔ الصّواعق المحرقه، الباب التاسع، الفصل الثّانی فی فضائله، ص۱۷۳

۸۲۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی الله عنه، الفصل الثانی، ۲/ق ۳۵۰/أ

۸۳۔ امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں لکھا کہ هذا حديث صحيح الأسناد و لم يخرجاه وامام ذہبی نے "التلخيص" میں لکھا کہ بل موضوع و قال الحاكم: و أبو الصّلت ثقة مأمون، قال الذهبی لا والله، لا ثقة و لا مأمون، وهو قول ابن الملقن، (كتاب تلخيص المستدرك علی هامش المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، باب ذكر إسلام أمير المؤمنين علی رضی الله

اس کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا یہ حدیث ''حَسَن'' ہے، (٨٤) ضمہ (یعنی پیش) کے ساتھ پڑھنے کا شاذ مؤقف بھی نقل کیا گیا ہے، اس کا جواب دیا کہ ''وَ علیّ بابُهَا'' ''علی اس کا دروازہ'' کا معنی ہے کہ یہ ''العلوّ'' سے فعیل ہے، صراط علی مستقیم کی حد کی بنیاد پر ''علی'' کی رفع اور تنوین سے جیسا کہ یعقوب نے اسے پڑھا ہے، انتہیٰ (٨٥)، ''الطیبی'' نے فرمایا شاید شیعہ لوگوں نے اس سے دلیل لی ہے کہ علم وحکمت آپ کے ساتھ مختص ہے اور آپ کے غیر کی طرف تجاوز نہیں کرتی سوائے آپ رضی اللہ عنہ کے واسطے کے کیونکہ گھر میں دروازے سے ہی داخل ہوا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (٨٦) اور اُن کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جنت کا گھر حکمت کے گھر سے زیادہ وسیع نہیں ہے، جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ انتہیٰ، (٨٧) "لمعات" (٨٨) میں ہے کہ یہ (فرمان) اس دروازے تک محدود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا اور یہ دروازہ خاص ہے، علم کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ بھی آیا ہے کہ ''أَقْضَاكُمْ

عنه، برقم: ٣٣٩/٣،٤٦٩٥) و فی "المرقاة" قال یحییٰ بن معین: لا أصل له و كذا قال أبو حاتم و يحيىٰ بن سعيد، و قال الدار قطني: ثابت، و رواه الترمذي في المناقب من "جامعه"، و قال: منكر، و كذا قال البخاري: إنه ليس له وجه صحيح، و أورده ابن الجوزي في "الموضوعات" و قال ابن دقيق العيد: هذا الحديث لم يثبتوه، و قيل: إنه باطل، لكن قال الحافظ أبو سعيدالعلائي: الصواب أنه حسن فاعتبر طرفه لا صحيح و لا ضعيف فضلاً عن أن يكون موضوعاً ذكر الزّركشي (مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، برقم: ٦٠٩٦، (١٠)، ٢٥٣/١١)

٨٤۔ مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، برقم: ٦٠٩٦ (١٠)، ٢٥٣/١١

٨٥۔ أيضاً

٨٦۔ البقرہ: ١٨٩/٢، ترجمہ: ''اور گھروں میں دروازوں سے آؤ''۔

٨٧۔ شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم: ٦٠٩٦ (٧)، ٢٧٢/١١۔ أيضاً مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم: ٦٠٩٦۔ (١٠)، ٢٥٣/١١

٨٨۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، ٢/ق ٣٥١/أ

عَلِیٌّ'' (٨٩) ''یعنی، تم میں زیادہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت علی کو حاصل ہے''، ہر قسم کی بھلائیاں، میراث، انوار اور اسرار جو نبوت کے سورج سے روشن وظاہر ہوئے اُن کے متعدد مظاہر میں کہ نہ شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ گنا جا سکتا ہے، انتہیٰ (٩٠)۔ اور جس روایت میں یہ زیادہ کہ ''أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ أَبُوْ بَكْرٍ بَابُهَا وَ أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عُمَرُ بَابُهَا وَ أَنَا مَدِيْنَةُ الْحَيَاءِ وَ عُثْمَانُ بَابُهَا'' ''یعنی، میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اُس کا دروازہ ہے، میں علم کا شہر ہوں اور عمر اُس کا دروازہ ہے، میں حیاء کا شہر ہوں اور عثمان اُس کا دروازہ ہے'' پس ظاہر اس (روایت) کا عدم ثبوت ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ روایت کُتبِ معتبرہ میں نہیں پائی جاتی، ہاں "مرقات" (٩١) "لمعات" (٩٢) میں ہے کہ "مسند الفردوس" (٩٣) میں مذکور ہے کہ أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ أَبُوْ بَكْرٍ أَسَاسُهَا، و عُمَرُ حِيْطَانُهَا، وَ عُثْمَانُ سَقْفُهَا و عَلِیٌّ بَابُهَا، یعنی ''میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر اُس کی بنیاد، عمر اُس کی دیواریں، عثمان اُس کی چھت اور علی اُس کا دروازہ ہے''۔ انتہیٰ

"حديقة الحقائق" شیخ ثنائی میں ہے ۔

خال ما درد بہر دینار لازم مر نور چشم زہرا را
ہر کہ حال زین شمار بودہ مر او را با علی چہ کار بود

أقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ اُن اشعار میں سے ہے جو شیعہ نے کہے ہیں اور انہیں "حدیقہ" کے ساتھ لاحق کر دیا ہے حالانکہ ثنائی اس سے بری ہیں جیسا کہ محققین

٨٩۔ مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم: ٦٠٩٦۔ (١٠)، ٢٥٣/١١۔ أيضاً مقاصد الحسنة، حرف الهمزة، برقم: ١٤٢، ص ٩٥، ٩٦، و قال: قلت و مثل هذه الصيغة حكمها الرفع على الصحيح

٩٠۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب على رضي الله عنه، الفصل الثاني، ٢/ق ٣٥١/أ

٩١۔ مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب، باب مناقب على بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم: ٦٠٩٦۔ (١٠)، ٢٥٣/١١

٩٢۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب على رضي الله عنه، الفصل الثاني، ٢/ق ٣٥١/أ

٩٤۔ فردوس الأخبار، باب الألف، ذكر أخبار جاءت عن النبي ﷺ في مناقبه، برقم: ١٠٨، ٤٢/١

نے اس کی تحقیق کی ہے، "سفينة الاولياء" میں ہے کہ جیسا کہ حکیم ثنائی مین کچھ اشعار نامعقول ملائے گئے ہیں جن کو سُننے کے بعد اِس فقیر کے دل میں انکار پیدا ہوا، ایک روز جب غزنی میں داخل ہوا تو میں نے تہیہ کیا وہاں کے جملہ اکابر کی زیارت کا شرف حاصل کروں گا سوائے حکیم ثنائی کے، رات کو خواب میں دیکھا کہ غزنی کے مشائخ کی زیارت کر رہا ہوں تو ایک شخص کہہ رہا ہے کہ یہ حکیم ثنائی کی قبر ہے، جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ قبر سفید پتھر کی بنی ہوئی ہے اور اُس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر حکیم ثنائی کی ہے اور اس میں شک ہے کہ سال بھی تحریر تھا یا نہیں، جب یہ مشاہدہ ہوا تو سمجھ گیا کہ یہ اشارہ ہے کہ حکیم ثنائی کی قبر کی بھی زیارت کریں جب صبح اُن کی زیارت کی تھی جو خواب میں دیکھی تھی جس کے بعد انہیں یقین ہو گیا یہ اشعار بدعتیوں کے ملائے ہوئے ہیں۔ انتہیٰ

یہ کہنا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت معاویہ سے قبل ایک عورت سے عشق کیا الخ

أقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ بات معتبر روایات کے خلاف ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ محض ایک قول ہے "اکمال صالح الابی" میں ہے کہ ابن ملجم کے قتل کی بات اس طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نہروان کے خارجیوں کی بیخ کنی کرنا چاہی...... تو اُن کے گروہ میں سے ابن ملجم مرادی، برک صرمی، ابوبکر بن عمر تیمی تھے تینوں مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے۔ ابن ملجم نے کہا کہ ''میں علی کے لئے کافی ہوں''، برک نے کہا ''میں معاویہ کے لئے کافی ہوں''، بکر بن عمر تیمی نے کہا ''میں عمرو بن عاص کے لئے کافی ہوں'' اس کے بعد بیت اللہ شریف کے پاس تینوں نے آپس میں عہد کیا، اور پختہ وعدہ کیا کہ کوئی شخص اپنے مطلوب کو قتل کئے بغیر نہ لوٹے گا یا خود مر جائے گا، اور انہوں نے طے کیا کہ وہ انہیں فجر کی نماز میں قتل کریں گے اپنی تلواروں کو زہر آلودہ کیا، رجب کے آخر میں اُن میں سے ہر ایک اس شہر کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کا ہدف تھا، ابن ملجم کوفہ پہنچا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور وہاں خارجی بھی تھے، اُس نے انہیں بتایا کہ وہ کس مقصد سے آیا ہے، انہوں نے اُسے اپنے پاس رکھا اور اس قتل کے لئے پیش

بندی کی، اُس کے ساتھ شیبہ بن غرہ اور وردان بن مجاہد تھے، جب رات ہوئی تو ابن ملجم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ تلواریں لے کر بابُ السدہ کے سامنے بیٹھ جائیں جہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلا کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر صبح اذان کے وقت نکلتے تھے لوگوں کو نماز صبح کے لئے جگاتے، آپ لوگوں کو نماز، نماز پکارتے نکلے تو شیبہ نے آپ پر حملہ کر دیا اور اُس کی تلوار دروازے کی چوکھٹ کو لگی، ابن ملجم نے آپ کے کندھے پر وار کیا اور وردان بھاگ گیا۔ انتہیٰ (٩٥)

ہاں اُس کا ایک عورت کے ساتھ عشق ثابت ہے جس نے اُسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا کہا "مستدرك" (٩٦) میں سدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابن ملجم کا

٩٥۔ شیخ الاسلام ابن حجر اس کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک اور عمرو تمیمی نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے، ابن ملجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا، ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرة الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔
١٧ رمضان ٤٠ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی اُمت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ ان کے لئے بد دعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ! مجھے ان کے بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہو اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے بُرا ہو، پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا، آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثناء میں مؤذن نے آ کر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار کا وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا اور ابن ملجم بھاگ گیا۔ الخ (الصّواعق المحرقة، الباب التّاسع، الفصل الخامس في وفاته رضي الله عنه، ص ١٨٨، ١٨٩) اور ابن ملجم بھی پکڑا گیا اور آگ میں جلایا گیا۔

٩٦۔ المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنه، برقم: ٤٧٤٨، ٣٥٤/٣)

ایک خارجی عورت کے ساتھ عشق تھا جسے قطام کہتے تھے اُس سے نکاح کیا تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل اُس کا مہر مقرر کیا، اس بارے میں فرزدق نے کہا ہے کہ:

فلم أرَ مهراً ساقه ذُو سَمَاحةٍ
كَمَهرِ قطَامٍ مِن فَصِيحٍ وَ أَعْجَمِ
ثَلاثَةُ آلافٍ و عبدٌ وقَينةٌ
وَ ضَربَ عَليّ بِالحُسَامِ المُصَمَّمِ
فَلا مَهْرَ أغْلى مِن عَليّ وَ إن غلا
وَ لا فَتْكَ إلا فَتكَ ابن مُلجمِ (۹۷)

یعنی، پس نہیں دیکھا کوئی مہر (درہم) جو دیا کسی دینے والے نے مثل مہر قطام کے عرب وعجم میں تین ہزار اور غلام اور باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زہر آلودہ تلوار سے قتل کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی مہر نہیں ہے، اور نہیں ہے غفلت میں وار کرنا مگر وار ابن ملجم کا۔

اسی طرح "الصّواعق" (۹۸) میں ہے۔

"طبرانی" (۹۹) میں ہے کہ کوفہ میں ایک خوبصورت عورت رہتی تھی جس سے خوبصورت کوئی نہیں تھی اُس کا نام ''قطام'' تھا اور وہ خوارج کی اولاد میں سے تھی، جنگ نہروان کے روز اُس کے باپ اور بھائی قتل ہوئے تھے اور عبد الرحمٰن (ابن ملجم) اُس سے محبت کرتا تھا اُس نے اُسے نکاح کا پیغام دیا تو اُس نے کہا کہ میرا مہر گراں ہے، اُس

۹۷۔ "مستدرك" میں اشعار اس طرح ہیں:

فَلَمْ أرَ مَهْرًا ساقَهُ ذُو سَمَاحَةٍ كمَهرِ قطام بين غير معجم
ثَلاثَةُ الآفٍ وَ عبدٌ و قينةٌ و ضربُ عليّ بالحُسام المصمّم
فلا مَهرَ أغلى من عليّ و إن غلا و لا فتكَ إلّا دون فتك ابن مُلجم

(المستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، برقم: ۴۷۴۸، ۳/۳۵۴)

۹۸۔ الصّواعق المحرقة، الباب التاسع، الفصل الخامس فی وفاته رضی الله عنه، ص ۱۹۰، ۱۹۱

۹۹۔ المعجم الكبير للطبّرانی، ۱/۹۸

نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خون، جس پر اُس نے کہا میں یہ کام کروں گا مصر سے اسی لئے آیا ہوں، اُس عورت نے سمجھا کہ یہ مذاق کر رہا ہے پس جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس نے سچ پورا کر دکھایا ہے، اُس نے سب پورا کر دیا تو اس نے شادی کرنے کے لئے اُس کا پیچھا کیا، اس پر ابو عباس مرادی (۱۰۰) نے کہا

فلم أرَ مهراً سَاقَةُ ذُو سَمَاحَةٍ إلى آخر الأبيات، انتهى

یعنی، میں نے نہیں دیکھا کوئی مہر جو دیا کسی دینے والے نے۔ اِلخ

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ کہنا کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا بلا ثبوت افتراء ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، یہ آخری بات ہے جو ہم نے مطاعن اور عیوب کے ردّ کے سلسلے میں تحریر کی ہے، بعون الله الملهم الواهب

خاتمہ

موقع کی مناسبت سے چند باتیں

جاننا چاہئے کہ معترض اگر اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت سے خارج سمجھتا ہے تو اس سے ہماری کوئی بات نہیں ہے اس لئے کہ تحقیق اس کے کانوں پر دستک نہیں دے گی (یعنی اُس تحقیق کو وہ قبول نہیں کرے گا) لہٰذا سوال و جواب میں وقت ضائع کرنا بیکار ہے (۱۰۱) اور اگر اہلسنّت و جماعت سے ہے تو پھر ثابت ہو چکا ہے کہ اہلسنّت کا طریقہ گزشتہ زمانے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین کو کچھ ہوا، اُس سے زبان کو بند رکھنے کے ساتھ اُن کی تعریف اور تزکیہ ہے، "الصّواعق" (۱۰۲) میں ہے کہ جاننا چاہئے کہ جس پر اہلسنّت و

۱۰۰۔ مجمع الزوائد، كتاب المناقب، باب بعد باب فی وفاته رضی الله عنه، برقم: ۱۴۷۹۱، ۹/۱۴۰ میں قال ابن عباس المرادی جب کہ امام طبرانی کی "المعجم الكبير"، ۱/۱۰۳ میں ہے و قال ابن ابی عباش المرادی

۱۰۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اہلسنّت والجماعۃ میں سے نہیں ہے اُس سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہئے کہ اس کا حاصل کچھ بھی نہیں ہے صرف وقت ضائع کرنا ہے۔

۱۰۲۔ الصواعق المحرقه، الخاتمة: فی بیان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة فی الصحابة إلخ، ص ۲۹۶

جماعت کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام کا تزکیہ بیان کریں اُن کیلئے عدالت ثابت کریں، اُن پر طعن سے اپنی زبانوں کو بند رکھیں، اُن کی تعریف کریں، پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) کی آیات میں اُن کی تعریف فرمائی ہے۔ انتہیٰ

قُطبُ الا قطاب حضرت مُجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ''مکتوبات'' کی دوسری جلد کے مکتوب ۶۷ میں فرمایا ہے جو اہلسنّت و جماعت کے عقیدے کے بیان میں ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ''میرے اصحاب میں جو اختلاف ہو اُس سے اپنے آپ کو بچاؤ، اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی بُری بات نہیں کرنا چاہئے، حضور علیہ التحیۃ و الثناء کے تمام صحابہ کو بزرگ و برتر سمجھنا چاہئے، سب کو اچھے الفاظ سے یاد کرنا چاہئے، ان بزرگوں میں سے کسی ایک کے بارے میں نہ بری بات کرنی چاہئے اور نہ بُرا گمان رکھنا چاہئے، اُن کے مابین نزاع کو دیگر مصلحتوں سے بہتر جاننا چاہئے، فلاح و نجات کا یہی راستہ ہے کیونکہ صحابہ کرام سے دوستی پیغمبر ﷺ کے ساتھ دوستی کے ذریعے ہے، اُن سے بُغض پیغمبر علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ بغض سے نکلتا ہے (۱۰۳)، کسی بزرگ نے فرمایا جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی عزت نہ کی جس نے گویا کہ ایمان ہی نہ لایا، انتہیٰ (۱۰۴)، "غُنية الطّالبين" میں ہے اہلسنّت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ان کے مابین اختلافات سے دور رہنا اُن کی برائی سے اپنی زبانیں بند رکھنا، اُن کے فضائل، ان کی نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہئے، باقی اُن کے مابین جو تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے۔ انتہیٰ، (۱۰۵) شیخ (محقق) عبد الحق محدّث دہلوی نے "لمعات" میں لکھا ہے کہ اہلسنّت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کی پاکیزگی اور ان کی عدالت بیان کریں، اُن کو بُرا بھلا کہنے، ان کو الزام دینے سے دُور رہنا چاہئے اور اُن کی تعریف کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے اُن کی عدالت اور تزکیہ اور تعریف

۱۰۳۔ یعنی، جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بُغض رکھا گویا اُس نے نبی کریم ﷺ سے بُغض رکھا۔

۱۰۴۔ مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب ۶۷، ص ۴۹

۱۰۵۔ غنية الطالبين، القسم الثانی: العقائد و الفرق الإسلامية، فصل فی فضل الأمة المحمدية إلخ، ۱/۱۴۴

فرمائی ہے، انتہیٰ، "تکمیل الایمان" میں ہے کہ اہلسنّت و جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کا تذکرہ بجز خیر کے یاد نہ کیا جائے اور لعن، سبّ و شتم اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور اُن کی شان میں بے ادبی کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ انتہیٰ (۱۰۶)

اسی میں ہے کہ علماء مجتہدین اور سلف صالحین میں سے کسی کا بھی اُن پر لعنت کرنا منقول نہیں ہے، اصل میں اہلسنّت کی عادت ہی یہ ہے کہ سبّ و شتم اور لعن طعن کو ترک کرتے ہیں کیونکہ "اَلْمُؤمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ" مسلمان کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرے، انتہیٰ (۱۰۷)

"الطريقة المحمدية" میں ہے کہ خیر کے علاوہ اُن کا ذکر نہیں کرنا چاہئے، (۱۰۸) "شرح العقائد" میں ہے کہ خیر کے علاوہ کسی طریقہ پر تمام صحابہ کرام کے ذکر سے کفِ لسان کیا جائے، چاہئے کہ اُن کا ذکر خیر کے ساتھ کیا جائے۔ احادیث صحیحہ کی وجہ سے جو اُن کے مناقب میں ہے اور اُن پر طعن کرنے سے اور اُن کی تحقیر کرنے سے زبان کو روکنے کے بارے میں وارد ہیں، حضور ﷺ کا فرمان ہے ''میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو'' اور آپ ﷺ کا فرمان کہ ''میرے صحابہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں'' اور آپ ﷺ کا فرمان کہ ''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد تم انہیں نشانہ نہ بنانا'' اِلخ (۱۰۹) اور "شرح عقائد" میں ہے کہ بہر حال سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے گروہ پر لعنت کرنے کا جواز منقول نہیں ہے کیونکہ اُن پر زیادہ سے زیادہ الزام امام کے خلاف بغاوت اور خُروج کا ہے اور یہ چیزیں لعن کو واجب نہیں کرتیں۔ انتہیٰ، (۱۱۰) "حل الفقه الأكبر" میں ہے ہم کسی

۱۰۶۔ تکمیل الإيمان، نكفّ عن ذكر الصّحابة إلّا بخيرٍ، ص ۱۶۹

۱۰۷۔ تکمیل الإيمان، بیان نہایت کار معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ، ص ۱۷۱

۱۰۸۔ الطريقة المحمدية، الباب الثانی فی الأمور المهمة فی الشريعة المحمدية، الفصل الأول فی تصحيح الإعتماد إلخ، ص ۴۲

۱۰۹۔ شرح العقائد، يكف عن ذكر الصحابة، ص ۳۳۷، ۳۳۸

۱۱۰۔ شرح العقائد، يكف عن ذكر الصحابة إلا بخير، ص ۳۳۸، ۳۳۹

بھی صحابی کا ذکر خیر کے سوا نہیں کرتے کیونکہ آثار اور روایات جب اُن کی فضیلت اور شان میں تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اس لئے اُن کو الزام سے دور رکھنا واجب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو'' انتہی، "عقیدۃ ابی جعفر طحاوی" (۱۱۱) میں ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ، ازواج اور اولاد کے لئے اچھی بات کی وہ نفاق سے دُور رہا۔ (۱۱۲) صحابہ، تابعین میں علماء سلف اور اُن کے بعد اہلِ خبر واثر، اہلِ فقہ ونظر نہیں، انہوں نے انہیں اچھے الفاظ کے سوا کبھی بھی یاد نہیں کیا ہے جنہوں نے انہیں بُرائی سے یاد کیا ہے وہ غلط راستے پر ہیں۔ انتہی (۱۱۳)، "عقائد

۱۱۱۔ العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۸۲

۱۱۲۔ اس کے تحت علامہ محمد بن محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اللہ تعالیٰ نے بہت جگہوں پر تعریف فرمائی ہے اُن سے ایک یہ ہے کہ ﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ ﴾ (التوبہ: ۹/۱۰۰) ترجمہ: ''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار''۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ﴾ (التحریم: ۶۶/۸) ترجمہ: ''جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾ (الفتح: ۴۸/۲۹)، ترجمہ: ''کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے''۔ پس ان کی تعظیم واجب ہوئی، اس لئے جس نے ان کے لئے اچھی بات کہی وہ نفاق سے بری ہوا، اسی طرح ازواج النبی ﷺ ہیں، وہ مؤمنوں کی مائیں ہیں اور اُن کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ کی صحبت کی برکت ہے۔ اور اسی طرح حضور ﷺ کی ذریت اور عترۃ طاہرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اُن سے ہر ناپاکی دُور کر دے اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے، پس اُن کی محبت ایمان کی اور اُن سے بیزاری نفاق کی علامت ہے، اُن کے بارے میں بری بات بد باطنی اور بداعتقادی کی بناء پر ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، العشرۃ المبشرون بالجنۃ، ص ۱۳۱)

۱۱۳۔ علامہ بابرتی اس کے تحت لکھتے ہیں کہ کیونکہ ان کی تعظیم دین کی تعظیم سے ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، شریعت مطہرہ کو نقل کرنے والے ہیں پس ان کی اتباع اور ان کی تعریف اور ان کے بارے میں طعن سے زبان کو روکنا واجب ہے، پس جس نے اُن کا بُرائی کے ساتھ ذکر کیا اور ان کے بارے میں طعن کیا تو اُس نے دین میں طعن کیا اور مرسلین کے راستے سے عدول کیا اور یہ نفاق و اختلاف کی علامت ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، کلمۃ حق فی علماء السلف، ص ۱۳۲) اور امام طحاوی نے لکھا ہے کہ جنہوں نے اسے برائی سے یاد کیا وہ غیر سبیل یعنی غلط راہ پر ہیں اس کے تحت فقیہ عبد الغنی میدانی حنفی

سنیہ" میں ہے اُن میں سے کسی ایک پر کوئی بھی الزام ہونا جائز نہیں ہے ہمیں اُن کے بارے میں خیر کے سوا کوئی بھی بات نہیں کرنی چاہئے اور اُن کے اختلافی معاملات سے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اپنے آپ کو میرے صحابہ کے اختلافی معاملات سے بچاؤ''، (۱۱۳) انتہی۔ "جواھر الفتاوی" (۱۱۴) میں ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا خیر کے سوا ذکر نہ کرے، انتہی۔ ابو اللیث کی "بستان الفقہ" میں ہے عقلمند کو چاہئے کہ صحابہ کے بارے میں اچھی بات کرے، اُن میں سے کسی کی بھی برائی نہ کرے۔ انتہی، "الصواعق" (۱۱۵) میں ہے، اسی طرح ''لمعات'' میں ہے کہ امام العصر ابو زُرعہ نے کبار شیوخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو سبّ و شتم کر رہا ہے تو وہ جان لے کہ وہ ''زندیق'' ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حق ہیں، قرآن کریم حق ہے، جو اُس کے ساتھ آیا وہ حق ہے اس میں سے جو ہمارے پاس پہنچا ہے وہ تمام صحابہ سے پہنچا ہے اس لئے جس نے ان کو مجروح قرار دیا اُس نے گویا کتاب و سنت کو باطل قرار دے دیا اور وہ خود تنقید، جرح، زندیقی، گمراہی، جھوٹ اور فساد کے حکم کا زیادہ لائق ہے۔ انتہی

یہ عبارات اہلسنّت و جماعت کی جانب سے صریح نص ہیں جو تنقید سے زبان بند رکھنے کو واجب کرتی ہیں، اس لئے جو سُنّی ہے اُسے طعن سے باز آ جانا چاہئے ورنہ اُس کے لئے اہلسنّت و جماعت سے نکل جانے کی بُرائی کافی ہے اور اگر اپنے نفس کا دشمن اِس کے باوجود خود کو اہلسنّت سے شمار کرتا ہے، اپنے آپ کو مجتہد گمان کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جو مجتہدین اسلاف سے پوشیدہ رہ گئیں اور صحابہ کرام کی

متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں جو مومنوں کی راہ کے غیر پر ہے پس وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والوں میں سے ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، المسمّاۃ "بیان السُّنّۃ و الجماعۃ" للمیدانی، ص ۱۲۹)

۱۱۳۔ عقائد السّنّیۃ، الفصل الثالث فی الصحابۃ المبشرۃ إلخ، ص ۱۷

۱۱۴۔ جواھر الفتاوی، کتاب أصول الدین، ق ۳۲۴/ب

۱۱۵۔ الصّواعق المحرقۃ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد إلخ، ص ۲۹۹

عدالت پر تنقید کا ارادہ کرتا ہے تو یہ محض ظن و گمان ہے اور گمان حق کے معاملات سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت یقینی طور پر ثابت ہے جو قادحین کی قدح کو قبول نہیں کرتی۔ "مواھب" (۱۱۶) میں ہے صحابہ کے فضائل میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا اُن کی تعریف فرمانا اور اُس کی رضامندی اُن کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام کی تین قسمیں ہیں، پہلے مہاجر، دوسرے انصار، تیسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، انتہی (۱۱۷)، اور اس طرح ''اکمال'' میں ہے کہ صحابہ کرام ظاہر کتاب و سنت اور اُن کے اجماع سے کہ جن کے اجماع پر اعتماد کیا جاتا ہے کے مطابق سب کے سب عادل تھے۔ انتہی، "انموذج اللبیب" للسیوطی میں ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لئے اُن میں سے کسی ایک کی بھی عدالت کے بارے میں بحث نہ کی جائے گی جیسا کہ دیگر رُوات کے بارے میں کی جاتی ہے جیسا کہ "شرح جمع الجوامع" میں ہے، محمد قرطبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمام صحابہ کے لئے جنت اور اپنی رضامندی کو واجب کیا ہے، انتہی۔ اسی میں ہے کہ ابن حزم نے کہا کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنت میں ہیں، اسی میں کہ اُن میں کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہو گا۔ "بحر السعادت" میں ہے کہ تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہے، انتہی۔ شیخ علی قاری کی "مرقات" (۱۱۸) میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فضل اور عدل والوں میں سے ہیں اور شان والے صحابہ میں سے ہیں، البتہ اُن کے مابین جو جنگیں ہوئیں اُن میں ہر ایک گروہ کے پاس کچھ شبہات تھے جن کے سبب سے وہ اپنے آپ کو درست اعتقاد کر رہے تھے، ہر ایک اُن جنگوں کے لئے تاویل رکھتا ہے اس لئے اس سے اُن میں سے کوئی بھی عدالت سے خارج نہ ہو گا کیونکہ وہ مجتہد ہیں جنہوں نے مسائل میں آپس

۱۱۶۔ المواھب اللدنیۃ، المقصد السّابع، الفصل الثالث فی ذکر محبۃ أصحابہ...... إلخ، فی محبۃ الصحابۃ، ۲/۵۳۹

۱۱۷۔ المواھب اللدنیۃ، المقصد السّابع، الفصل الثالث فی ذکر محبۃ أصحابہ...... إلخ، فی محبۃ الصحابۃ، ۲/۵۴۳

۱۱۸۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابۃ، ۱۱/۱۵۱

میں اختلاف کیا جیسا کہ اُن کے بعد والے مجتہدین نے مسائل میں آپس میں اختلاف کیا، جن مختلف مسائل میں آپس میں اختلاف کیا اس کی وجہ سے اُن میں سے کسی ایک میں بھی نقص لازم نہیں آتا، انتہی۔ "تنبیہ المغترین" میں شیخ عارف عبد الرحمٰن شعرانی نے فرمایا حضرت فضیل بن عیاض، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رحم کھاتے تھے، فرماتے تھے کہ وہ اکابر علماء میں سے تھے، انتہی (۱۱۹)۔ ''حضرات القدس'' میں مذکور ہے کہ ایک سید سے منقول ہے کہ مجھے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے خاص طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت نفرت تھی، ایک رات حضرت کی کتاب ''قدسی آیات'' (مکتوبات امام ربانی) کا مطالعہ کر رہا تھا اُس میں لکھا دیکھا کہ امام مالک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے کے برابر قرار دیا ہے، اس عبارت پر میں برہم ہوا اور ''مکتوبات'' کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا، دیکھتا ہوں حضرت (مجدد) صاحب سخت غصے کی حالت میں تشریف لائے ہیں، میرے دونوں کان اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ اے طفلِ نادان! میری تحریر پر اعتراض کرتے ہو! اور میرے کلام کو زمین پر پھینکتے ہو، اگر تو ہماری بات پر یقین نہیں رکھتا تو چل میں تجھے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ میں لے کر چلتا ہوں، پھر آپ کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے، وہاں ایک بڑی عمارت تھی جس میں ایک بزرگ تشریف رکھتے تھے حضرت مجدّد نے اس بزرگ کے آگے تواضع کی تو اُس بزرگ نے خوشی کا اظہار کیا، حضرت مجدّد نے میری بات اُس بزرگ کو بتائی، اس کے بعد مجھے فرمایا یہ حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) تشریف فرما ہیں، سنو کہ کیا فرماتے ہیں، میں نے آپ کو سلام کیا، حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا، خبردار ہزار بار خبردار! سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب سے اپنے دل میں بُغض نہ رکھنا، ان بزرگوں کی عیب جوئی نہ کرنا، ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی جانتے ہیں کہ کن اچھی

۱۱۹۔ تنبیہ المغترین، الباب الأول: من أخلاق السلف الصالح، و من أخلاقھم و غیرتھم للہ تعالیٰ إذا ...... حرماتہ إلخ، ص ۳۸

نیتوں کے تحت ہمارے مابین جھگڑے ہوئے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ان کی باتوں کا انکار نہ کرنا۔ انتہی (۱۲۰)

اے مُنصِف دیکھ! اہلسنّت کا مؤقف کیسا پاکیزہ ہے، حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) کے حکم کے مطابق ہے۔ ہم یہاں خاتمہ کا اختتام کرتے ہیں اس میں بینا کے لئے بڑا سبق ہے، طبیعت اور وقت بھی اتنے کا ہی تقاضا کرتا ہے۔ حال تو یہ ہے کہ اقوال لکھنے کے لئے دل آمادہ نہ تھا پر اس پر مجھے اس وعید اور تہدید نے آمادہ کیا جسے خطیب نے "جامع" (۱۲۱) میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب فتنے ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تب علماء کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہئے، جو ایسا نہیں کرے گا اُن پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، اللہ اُس کا نہ کوئی حرف قبول فرمائے گا نہ عدل''۔ انتہی، اس لئے اہلسنّت و جماعت کے جن اقوال سے میں واقف تھا وہ میں نے ظاہر کئے، نہ کہ اپنی فضیلت کے اظہار اور براءت کے ادّعا کے لئے، اللہ تعالیٰ اِسے سرکشی سے ہدایت کا ذریعہ بنائے، ہمیں کجی اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔

اے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ اے اللہ! ہماری حرکات و سکنات کو اپنی رضا کے موافق بنا۔ سید الابرار ﷺ، اُن کی پاک اولاد اور شان والے صحابہ کے صدقے آپ پر اور اُن (صحابہ) پر قیامت کے روز تک درود و سلام ہوں۔

(شب پیر، ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ، ۴ فروری ۲۰۱۳ م، ترجمہ مکمل ہوا)

☆☆☆

۱۲۰۔ حضرت القدس (اردو)، حضرت نہم، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا حلیہ۔ تصرفات اور کرامات، کرامت ۱۰، ۱۸۶،۱۸۵/۲

۱۲۱۔ الجامع الأخلاق الراوی و آداب السامع، رقم: ۱۳۹۳، ۱۶۵/۲

مآخذ و مراجع

☆ **أشعة اللمعات** شرح مشكاة (فارسی)، للدهلوی الشيخ المحدّث المحقّق عبد الحق بن سيف الدين الحنفی (۱۰۵۲ھ)، كتب خانه مجيدية، ملتان

☆ **البحر الرّائق** شرح كنز الدّقائق، لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصری الحنفی (ت۹۷۰ھ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ۔۱۹۹۷م

☆ **بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع**۔ للكاسانی، علاؤ الدين أبی بكر بن مسعود الحنفی (ت۵۸۷ھ) تحقيق و تعليق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

☆ **تاريخ الإسلام** و وفيات المشاهير و الأعلام، للذهبی الحافظ المؤرّخ شمس الدين محمد بن أحمد (ت۷٤۸ھ)، تحقيق الدكتور عمر عبد السلام، دار الكتاب العربی، بيروت، الطّبعة الثانية ۱٤۱۳ھ۔ ۱۹۹۳م

☆ **تحقيق اليمانيات** المسلولة، للدكتور/ المرابط محمد يسلم المجتبی، مكتبة الإمام البخاری، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

☆ **تطهير الجنان** و اللسان، للهيتمی، الإمام المحدّث أحمد بن محمد بن علی بن حجر المكی الشّافعی (ت ۹۷٤ھ)، علّق عليه عبد الوهاب عبد اللطيف، مكتبة القاهرة، مصر

☆ **تعليق المسند** الإمام أحمد بن حنبل (ت۲٤۱ھ)، تحقيق و تعليق شعب الأرنؤوط وغيره، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۹م

☆ **تفسير بيضاوی**، للإمام ناصر الدين عبد الله بن عمر بن محمد البيضاوی (ت۶۵۱ھ)، دار احياء التراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۸م

☆ **تكميل الإيمان**، للدهلوی، الشيخ المحقّق المحدّث عبد الحقّ الحنفی (۱۰۵۲ھ)، الرحيم اكادمی، كراتشی

☆ **تنبيه المغترين** أواخر القرن العاشر علی ما خالفوا فيه سلفهم الطّاهر للشعرانی، الإمام عبد الوهاب بن أحمد الانصاری (ت۹۷۳ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۵ھ۔ ۲۰۰٤م

☆ **الجامع الصّغير** من حديثِ البَشِيرِ النَّذِير، للسّيوطی، جلال الدّين أبی الفضل عبدالرحمٰن بن أبی بكر الشّافعی (ت۹۱۱ھ)، تحقيق حمدی الدّمرداش، مكتبة نزار مصطفیٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الثّانيّة ۱٤۲۰ھ۔ ۱۲۰۰م

☆ **الجامع لأخلاق الرّاوی** و آداب السامع، للخطيب ......، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطّبعة الثانية ۱٤۱۶ھ۔ ۱۹۹۶م

☆ **جواهر الفتاویٰ**، للإمام محمد بن عبد الرشيد الكرمانی الحنفی، (ت۵۶۵ھ)، مخطوط مصوّر

☆ **حاشية الشّهاب** المسمّاة عناية الرّاضی و كفاية القاضی، للخفاجی، القاضی شهاب الدين أحمد بن محمد الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م

☆ **حاشية المسايرة**، للعلامة قاسم، النّورية الرضوية پبلشنك كمبنی، لاهور

☆ **حاشية مجمع البحرين**، للمحقّق إلياس قبلان، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۶ھ۔ ۲۰۰۵م

☆ **الحديقة الندية**، للنابلسی، العلامة عبد الغنی الحنفی و هو من أساتذه مفتی محمد أمين الشّامی، مكتبة فاروقية، بشاور

☆ **حضرات القدس** (اردو) للعلامة بدر الدين السرهندی (ولادت ۱۰۰۲ھ)، ترجمه: فقير محمد اشرف النقشبندی المجدّدی، مكتبه نعمانيه، سيالكوت ۱٤۰۱ھ

☆ **الدّرّ المختار**شرح تَنْوِيْر الأبْصَار، للحصكفی، العلامة محمد بن علی الحنفی (ت۱۰۸۸ھ)، تحقيق عبدالمُنعم خليل إبراهيم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

☆ **دلائل النبوة** و معرفة أحوال صاحب الشّريعة للبيهقی، الحافظ أبی بكر أحمد بن حسين (ت٤۵۸ھ)، تعليق الدكتور عبد المعطی قلعجی، دار

الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

☆ **سفر السعادة**، للفيروز آبادی، مجد الدين محمد ابن يعقوب الشيرازی صاحب القاموس (ت۸۲۶ھ)، تحقيق الشيخ خليل الميس، دار القلم، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۰۶ھ۔ ۱۹۸۶م

☆ **سُنَن التّرمذی**، للإمام أبی عيسی محمد بن عيسی التّرمذی (ت۲۷۹ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔۲۰۰۰م

☆ **سُنَن الكبریٰ**، للنّسائی، الإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب الخُرَاسَانی (ت۳۰۰۳ھ)، تحقيق حسن عبدالمُنعِم شبلی، مؤسّسة الرّسالة، بيروت الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

☆ **سُنَن أبی داؤد**، للإمام سليمان بن أشعث السّجستانی (ت۲۷۵ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

☆ **شرح الطيبی** علی مشكاة المصابيح، للإمام شرف الدّين الحسين بن محمد (ت ۷٤۳ھ)، تعليق أبی عبدالله محمد علی سمك، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولی ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م

☆ **شرح العقائد النسفية**، للتفتازانی، العلامة سعيد الدين مسعود بن عمر (ت۷۹۲ھ)، مكتبة المدينة، كراتشی، الطبعة الأولیٰ ۱٤۳۰ھ۔ ۲۰۰۹م

☆ **شرح العقائد** إمام غزالی، للإمام سيدی زروق (ت۸۹۹ھ تقريباً)، النّوريّة الرضوية پبلشنك كمبنی، لاهور، الطبعة الأولیٰ ۱٤۳۲ھ۔ ۲۰۱۱م

☆ **شرح العقيدة الطحاوية**، للبابرتی، العلامة محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت۷۸۶ھ)، تعليق عبد السلام بن عبد الهادی شنّار، دار البيروتی، الطبعة الأولیٰ ۱٤۳۰ھ۔ ۲۰۰۹م

☆ **شرح العقيدة الطحاوية**، للغنيمی، الشيخ الإمام عبد الغنی بن طالب بن حمارة المَيدانی الدمشقی (ت۱۲۹۸ھ)، تحقيق محمد مطيع الحافظ و محمد رياض المالح، زمزم پبلشرز، كراتشی، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۵ھ۔ ۲۰۰۵م

☆ **صحيح البخاری**، للإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن إسماعيل الجُعفی

(ت٢٥٦هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ١٩٩١م

☆ **صحيح مسلم**، للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى (ت٢٦١هـ)، دارالأرقم، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **الصَّوَاعِقُ المُحْرِقه** فى الرّدّ على أهل البدع و الزندقة، للهيتمى، المحدّث أحمد بن حجر المكى (ت٩٧٤هـ/١٥٦٦م)، النّورية الرضوية بلشنك كمپنى، لاهور، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٣هـ ـ ٢٠١٢م

☆ **الطّريقة المحمدية** و السيرة الأحمدية، للبركلى، العلامة محمد بن بير على (ت٩٨١هـ)، تحقيق الدكتور محمد حسنى مصطفى، دار القلم العربى، سورية، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **عقائد السنية**، للعلامة عثمان بن عيسىٰ الصديقى الحنفى، مطبع فاروقى

☆ **العقيدة الطحاوية** (مع شرحه للبابرتى)، للإمام أبى جعفر أحمد بن محمد الطحاوى الحنفى (ت٣٢١هـ)،

☆ **الغُنية لطالبى** طريق الحق، للجيلانى، الشيخ عبد القادر (ت٥٦١هـ)، تحقيق و تعليق الشيخ يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث، دمشق، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **الفتاوىٰ الرضوية**، لإمام أهل السنّة، الإمام أحمد رضا بن نقى على خان الحنفى (ت١٣٤٠هـ)، رضا فاؤنديشن، لاهور

☆ **فتح القدير**، لابن الهمام، الإمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسى الحنفى (ت٨٦١هـ)، دار احياء التراث العربى، بيروت

☆ **كتاب تلخيص المستدرك**، للذّهبى، الإمام شمس الدّين أبى عبدالله (ت٧٤٨هـ)، تحقيق، الدّكتور محمود مطرجى، دارالفكر، بيروت ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **كنز الدقائق**، للإمام عبد الله بن أحمد النسفى الحنفى (ت٧١٠هـ)، المكتبة العصرية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٥هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **لمعات التنقيح** شرح مشكاة المصابيح، للدهلوى، الشيخ المحقّق عبد الحق بن سيف الدين الحنفى (ت١٠٥٢هـ)، مخطوط مصوّر

☆ **مجمع البحرين**، للسّاعاتى، الإمام مظفر الدين أحمد بن على الحنفى (ت٦٩٤هـ)، تحقيق إلياس قبلان، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **مجمع الزوائد** ومنبع الفوائد، للهيثمى، نورالدين على بن أبى بكر المصرى (ت٨٠٧هـ)، تحقيق عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

مدارك التنزيل و حقائق التّأويل = تفسير النّسفى

☆ **المسامرة** شرح المسايرة، لأبى شريف، كمال الدين محمد بن محمد بن أبى بكر (ت٩٠٥هـ)، النّورية الرضوية بلشنك كمپنى، لاهور

☆ **المسايرة** فى العقائد المنجية فى الآخرة، لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت٨٦١هـ)، النّورية الرضوية بلشنك كمپنى، لاهور

☆ **المستدرك** على الصّحيحين، للحاكم، الإمام أبى عبدالله محمد بن عبدالله النّيسابورى (ت٤٠٥هـ)، دارالمعرفة، بيروت، الطّبعة الثّانية ١٤٢٧هـ ـ ٢٠٠٦م

☆ **المُسْند**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١هـ)، المكتب الإسلامى، بيروت

☆ **معالم التنزيل** (على هامش تفسير الخازن)، للبغوى، أبى الحسين بن محمود بن الفراء (ت٥١٦هـ)، شركه مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى وأولاده بمصر، الطّبعة الثّانية ١٣٧٥هـ ـ ١٩٥٥م

☆ **المعجم الكبير**، للطبرانى، الإمام أبى القاسم سليمان بن أحمد (ت ٣٦٠هـ)، تحقيق مدى عبد المجيد السّلفى، داراحياء التُّراث العربى، بيروت، الطّبعة الثّانية ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **المقاصد الحسنة** فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، للسخاوى، الإمام شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (ت٩٠٢هـ)، صححه عبد الله محمد صديق، مكتبة محمدية، كراتشى

☆ **مكتوبات امام ربانى**، للمجدّد الألف الثّانى، الشّيخ أحمد بن عبد الأحد الفاروقى السّرهندى الحنفى (ت١٠٣٤هـ)، مكتبة أحمدية مجدّدية، كوئتة

☆ **مواهب اللّدنية**، بالمنح المحمّديّة، للقسطلانى، العلاّمة أحمد بن محمد (ت٩٢٣هـ)، تعليق مأمون بن محيّ الدين الجنّان، دارالكتب العلميّة بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٦هـ ـ ١٩٩٦م

☆ **موسوعة الأحاديث** و الآثار الضعفة و الموضوعة، لعلى حسن على الحلبى وغيره، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٩م

☆ **مِرْقَاةُ المَفَاتِيْح** (شرح مشكاة المصابيح)، للقارى، الإمام على بن سلطان محمد الحنفى المعروف بالملاّعلى القارى (ت ١٠١٤هـ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتانى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **مُسعفة الحُكّام** على الأحكام، للتمرتاشى، الإمام شيخ الإسلام أبى صالح محمد بن عبد الله الغزى الحنفى (ت١٠٠٤هـ)، تحقيق الدكتور سامر مازن القُبّج، دار الفتح، عمان، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٨هـ ـ ٢٠٠٧م

☆ **مُسنَد أبى يعلىٰ**، للإمام أبى يعلى أحمد بن على الموصلى (ت٣٠٧هـ)، تحقيق الشّيخ خليل مأمون شيحا، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **الناهية** عن طعن أمير المؤمنين معاوية رضى الله عنه، للفرهاروى، العلامة أبى عبد الرحمن عبد العزيز بن أحمد الحنفى الملتانى (ت١٢٣٩هـ)،مكتبة الحقيقة، تركى، ١٤٠٤هـ

☆ **الهداية** شرح بداية المبتدى، للمرغينانى، الإمام أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣هـ)، مكتبة البشرىٰ، كراتشى، الطبعة الجديدة ١٤٣٢هـ ـ ٢٠١١م

☆ **هدايةُ الرُّواة**، للعسقلانى، الإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر (ت٨٥٢هـ)، تحقيق على بن حسن الحلبى، دار ابن القيم و دار ابن عفّان، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **اليمانيّات المسلولة**، للكورانى، الشيخ زين الدين بن يوسف، تحقيق د/المرابط محمد يسلم المجتبى، مكتبة الإمام البخارى، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتا بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ متقدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا